تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

رحمتِ الٰہی

خدا کی رحمت کب نہیں؟ اور کہاں نہیں؟ مگر دنیا کے فطری قوانین کے بموجب اس دنیا میں ایسے واقعات اور حادثے بھی پیش آجاتے ہیں جن کو ہم رحمت کے بجائے قہرِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ خود ہم کو ہمارے اعمال کی بدولت خداوند تعالیٰ کے قہر وغضب میں مبتلا ہونا پڑتا ہے لیکن ایک عالم وہ ہے جہاں اس کی رحمت کے سوا اس کے قہر وغضب کا نام ونشان نہ ہوگا، وہاں ہر طرف اس کی رحمت اور فیض وکرم کی بارش ہوگی، اور اس کی رحمت کے سوا وہاں کوئی اور منظر کبھی دکھائی نہ دے گا۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (توبہ:۲۱)

ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت وخوشنودی اور ان باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے ہمیشہ کا آرام ہے۔

اہل جنت کو جن کے چہرے خوشی سے دمکتے ہوں گے یہ آواز سنائی دے گی۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (آل عمران:۱۰۶)

لیکن جن کے چہرے روشن ہوئے تو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، اس میں وہ سدا رہیں گے۔

موجودہ دنیا کی ہر چیز آلودگیوں اور نجاستوں سے بھری ہے لیکن بہشت وہ مقام ہے جو پاکی، ستھرائی، لطافت اور طہارت کا مظہر ہے، اس میں وہی داخل ہوں گے جو گناہوں سے پاک ہو چکے ہوں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از سیرۃ النبی ج ۴ ص ۸۴۵)

۱۰/اپریل ۲۰۰۲ء | سالانہ ۱۵۰/روپے | فی شمارہ ۷/روپے

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376
Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

R.N.I.No.UP.URD./2001/6071
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

FORTNIGHTLY Vol. No. : 2 Issue No. 2

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs. 7/-

Mobile: 98390 95795
Phone : 0522-301658

قبلا اونگ

اودھ کی شان اونگ ★ ٹریکس ★ کھڑکی ★ فلورک

المونیم ★ کھڑکی ★ دروازے ★ سلنگ ★ فلورک

ہمارے یہاں ہر قسم کے المونیم اور اونگ کا کام بہت ہی کفایتی قیمت پر ہوتا ہے۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں۔

ایم۔ کے ملک، راج ۳۰۱ راوشال کھنڈ، گومتی نگر لکھنؤ

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

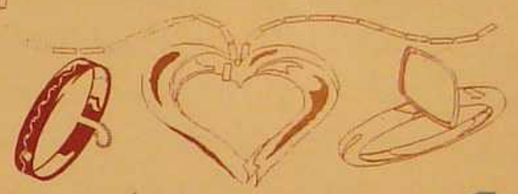

گھنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

The Fragrance of East

A quarterly English magazine published from Nadwa needs your patronage. Please subscribe it yourself and motivate others also to read it regularly.
Annual subscription is only Rs.100/- which may be sent by M.O. or Bank Draft payable to :-

The secretary
Majlise Sahafat wa Nashriat
C/o Tamir-e-Hayat, Nadwatul Ulama
P.O. Box No.93, Tagore Marg
Lucknow-226 007 (U.P.)

نشکر

شوگر کی کامیاب دوا

• قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ دوا
• پیشاب سے شکر کو ختم کرکے خون میں شکر کو کنٹرول رکھتی ہے۔

HASANI PHARMACY
Hazratganj, Road, Lucknow - 226018 Ph: 202677

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لیے رابطہ قائم کریں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

مئو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپنی کے ڈیجیٹل کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوکس کا ایک بڑا کوالیٹی لینس جاپانی آٹو میٹس ریزی لینس فینس پاور واچ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ حسن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow.u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

حدیث کی روشنی

خیر والی تہذیب

• مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ عَطَآءَ بْنَ يَسَارٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اَنِ اخْرُجْ كَاَنَّهٗ يَعْنِيْ اِصْلَاحَ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ الرَّجُلُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔

(مؤطا امام مالکؒ)

ترجمہ:۔ حضرت زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ عطاء بن یسارؒ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ باہر نکل جاؤ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ تھا کہ سر اور داڑھی کے بال ٹھیک ٹھاک کرکے آؤ، وہ شخص بال سنوار کر پھر مسجد میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ اچھا نہیں ہے؟ اس حالت سے کہ آئے تم میں سے کوئی شخص اس کے بال بکھرے ہوں شیطان کی طرح۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوتا نظر آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ حضور اکرمؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کو باہر نکل جانے کا حکم فرمایا کیونکہ سر اور داڑھی کے بالوں کا بے ڈھنگا پن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند اور برا معلوم ہوا وہ آدمی چلا گیا اور دوبارہ بال وغیرہ ٹھیک ٹھاک کرکے آیا۔ شاید تیل کنگھا کرکے آیا ہو۔ جب یہ شخص واپس آیا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال فرمایا کیا یہ حالت اچھی ہے یا وہ پہلی حالت جس پر تم آئے تھے۔

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صاف ستھرا رہنا اور بہترین تہذیب، بدن، اور بالوں کی صفائی سر اور داڑھی کے بال ٹھیک ٹھاک ہوں، ڈھنگ کے کپڑے ہوں، یہ اسلام کی تعلیم ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر اور داڑھی کے بالوں میں تیل کا استعمال فرماتے تھے اور خوشبو بھی لگاتے تھے، کنگھی بھی کرتے تھے جو لوگ دین کے نام پر دیوانوں کی طرح شکل وصورت بناتے ہیں صفائی ستھرائی کا خیال نہیں کرتے۔ بال بکھرے ہیں۔ لباس بے ترتیب ہیں ان کا یہ عمل ٹھیک نہیں ہے۔ ایسا طور طریقہ اختیار کرنے والے کو حضورؐ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد سے باہر نکل جانے کا اشارہ فرمایا اور ٹھیک ٹھاک بھلی صورت بنا کر آنے کے لئے حکم فرمایا۔

حدیث پاک کے آخری الفاظ:

اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔

کیا یہ اچھا نہیں؟ اس سے کہ آئے تم میں سے کوئی شخص اس حال میں کہ شیطان کی طرح اس کے سر کے بال بکھرے ہوں۔

اس پر غور کریں اور ہر مومن کو چونک جانا چاہیئے اور مسجد تو کیا بازار، کھیت کھلیان، دفاتر غرض کہ ہر جگہ آدمی اپنے بدن اپنے کپڑوں اور بال وغیرہ کو ٹھیک ٹھاک رکھے اور مہذب آدمی معلوم ہو۔

شعور وفکر اگر جزوِ زندگی ہو جائے
جہاں جہاں بھی نظر جائے روشنی ہو جائے

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۳۹ | ۱۰ اپریل ۲۰۰۲ء | مطابق | ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۱۱

زیر سرپرستی: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زیر نگرانی
مولانا عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء
پروفیسر وصی احمد صدیقی
معتمد مالیات ندوۃ العلماء

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
(مدیر اعلیٰ)
سید محمود حسن حسنی ندوی
معاون مدیر

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ---=/۱۵۰ روپے
فی شمارہ ---=/۷ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
امریکی ممالک .....۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک جملہ .....۲۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ
مینجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ مینجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش
خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (مینجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/150 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (مینجر) (مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ ٹیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد علی۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱	خیر والی تہذیب	۲
۲	فسادات سے نقصان صرف ملک وقوم کا ہی ہوتا ہے (اداریہ)	مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب
۳	انسانیت کے محسن اعظمؐ	۵
۴	قاضی مجاہدالاسلام کی رحلت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
۵	اتباعِ سنت کا ایک بے مثال نمونہ	۷
۶	ہمارا ماضی اور حال	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
۷	آزمائش کی گھڑی میں ہم کیا کریں؟	۹
۸	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا نوعِ انسانی کے نام محبت بھرا دل آویز پیغام	(ادارہ)
۹	سوال وجواب	۱۰
۱۰	قاضی صاحب کا حادثۂ وفات ایک دینی وملی خسارہ	مولانا عبداللہ عباس ندوی
۱۱	کامیرون کے سیکڑوں افراد کا قبول اسلام	۱۴
۱۲	مطالعہ کی میز پر	شمس الحق ندوی
۱۳	نعت	۱۷
۱۴	(نعت) مہرِ نبوّت	امین الدین شجاع الدین
۱۵	نظم	۱۹
		مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری
		۲۳
		محمد طارق ندوی
		۲۴
		امین الدین شجاع الدین
		۲۷
		محمد فرمان نیپالی ندوی
		۲۹
		محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی
		۳۰
		قمر رام نگری
		۳۰
		قمر سنبھلی
		۳۱
		جگر مرادآبادی

شرائط تجنیسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زرِ ثمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 40

۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 50

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs. 80

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI
P.O.Box No. 3040
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Dr.M.AKRAM NADWI
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر

Mr.ABDUL HAI NADWI
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI
98-Conklin Ave. Woodmere
New York 11598(U.S.A)

اداریہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

فسادات سے نقصان صرف ملک وقوم کا ہی ہوتا ہے

ملک میں وقتاً فوقتاً جو فسادات اور جان ومال کی تباہی ہوئی ہے اس پر ہمارے ذمہ داروں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ ان سے نتیجۂ ملک وقوم کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، ممبئی میں کئی سال قبل اور گجرات میں اب جو کچھ ہوا اس میں یوں تو عوام کی جذباتیت اور ان کی غلط ذہن سازی کو دخل تھا، لیکن دونوں جگہ کے قائدین اور حکومتوں کی لاپرواہی بلکہ عمداً تساہل کو بڑا دخل تھا، یہ لاپرواہی اور تساہلی ملک کے لئے بڑی بدخواہی قرار دی جاسکتی ہے، حکومتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جو بھی شرپسند افراد کسی ایسے عمل کے مرتکب ہوں جس سے عوام کی جذباتیت ابھرتی ہو اور اس سے توڑ پھوڑ، بربادی اور ظلم کا دورہ پڑ سکتا ہو تو وہ فوراً اس کا تدارک سنجیدگی اور تیزی کے ساتھ کریں، ورنہ چند افراد کی شرپسندی ایسے بڑے نقصان تک پہنچا دیتی ہے جس کی تلافی کئی دہائیوں تک مشکل ہوتی ہے اور بدنامی الگ ہوتی ہے۔ گجرات اپنی صنعتی ترقی اور برتری میں بڑا نمایاں صوبہ تھا اب وہ کئی دہائی پیچھے چلا گیا، گجرات کے سلسلہ میں حکومت اور قیادت والوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ حالات کو سنبھالنے میں ان کی لاپرواہی اور تساہلی نے خود ان کے صوبہ کو کیا نقصان پہنچایا ہے اور پوری دنیا میں اس صوبہ کی شبیہ کتنی خراب کردی ہے۔

مذکورہ فسادات میں جس ہولناک اور شرمناک طریقہ سے مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی اس نے مسلمانوں کو اپنی حکومت سے بہت مایوس کیا ہے، ان کو جانی ومالی نقصان میں تو بہت مبتلا کیا گیا لیکن ظلم وزیادتی کے ذریعہ قوم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

اس ملک میں کئی بار ایسے علاقوں میں جہاں مسلمان اچھی حالت میں تھے، اسی طرح کے فساد برپا کئے گئے لیکن مسلمانوں کو ختم نہیں کیا جاسکا مسلمانوں نے صبر وبرداشت سے کام لیا اور اپنے پروردگار کی رحمت پر بھروسہ کیا اور بتدریج اپنی تعداد اور حیثیت کے لحاظ سے نہ صرف یہ کہ بحال ہوئے بلکہ بہتر ہوگئے، مصیبت جھیلنے نے ان کی ہمت بڑھائی اور انھوں نے محنت کی حالات کا مقابلہ کیا اور اپنے کو بہتر بنایا، لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان کو مالی اور جانی نقصان کتنا ہی پہنچا دیا جائے وہ ان کے وجود کو ختم نہیں کرسکتا، اس ملک میں ۱۹۴۷ء کے بعد کتنے زبردست فساد ہوئے جو سب تقریباً ایک طرفہ تھے، بعض کئی کئی ہفتے جاری رہے اور ان میں بڑا جانی ومالی نقصان ہوا لیکن ان کا حاصل ملک کی اور فساد کرانے والوں کی بدنامی اور آزاد ہندوستان کی تاریخ داغدار ہوئی، اور فسادات ختم ہونے کے بعد بتدریج مسلمانوں کی قوت وصلاحیت پھر بحال ہوگئی۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان میں مسلمان چار کروڑ تھے، اس کے بعد ان کی آبادی نے وقتاً فوقتاً فسادات کو جھیلا، جان ومال کی قربانیوں سے گزرے لیکن ان سب کے باوجود آج ۵۵ سال میں وہ بڑھ کر ۲۰-۲۲ کروڑ ہوگئے ہیں، اور اقتصادی میدان میں وہ پہلے سے بہتر ہیں، حالانکہ ان کے معاملہ میں حکومت وقت کی طرف سے وہ رعایتیں نہیں ہیں جو ملک کے باشندوں کی حیثیت سے ان کے ساتھ ہونا چاہئیں، ہمارے ذمہ داروں کو سوچنا چاہئے کہ ملک کی ترقی اور بہتری اس بات میں مضمر ہے کہ ملک کے اندر اتحاد ہو اور اس میں محبت کے ساتھ ملک کے تمام عناصر رہیں، ملک کو جو بات مضبوط بناتی ہے اور شہرت وعزت دلاتی ہے وہ اکثریت واقلیت کے خوشگوار تعلقات اور آپسی تعاون ہے۔

رہا یہ کہ دشمنی کا ماحول پیدا کیا جائے تو اکثریتی اور حاکم فرقہ کے کچھ افراد کی جذباتی تسکین تو ہوسکتی ہے لیکن اس کے نتیجہ میں اقتصادی وسیاسی خسارہ اور نقصان سے سابقہ پڑتا ہے اور کوئی سمجھدار ذہن اس کو پسند نہ کرے گا کہ صرف چند افراد کی جذباتی تسکین اور خوشی کی خاطر ملک وقوم کے

اقتصادی اور سیاسی نقصان کو دعوت دے، لیکن بعض جذباتی طبیعت کے حامل قائدین اپنی قوم کو ایسے نقصانات میں مبتلا کر دیتے ہیں، ہندوستان ایک بڑا ملک ہے لیکن اس کی آبادی ہندو اکثریت اور مسلمان اقلیت دونوں پر مشتمل ہے وہ اس ملک میں اقلیت میں ضرور ہیں لیکن یہ ایک ایسی اقلیت ہے کہ اس کو مسلسل بے چین اور ناراض نہیں رکھا جاسکتا یہ بیس کروڑ افراد کی اقلیت ہے اس کو کچلا اور پوری طرح دبایا نہیں جاسکتا اس کو دبانے کی کوشش میں خود ملک اور اس کی اکثریت سخت انتشار اور نقصان میں پڑے گی اور کسی کا بھلا نہ ہوگا۔ دنیا کے کئی خطوں میں اس طرح کا تجربہ کیا گیا اور اقلیت کو کچلا نہ جاسکا، البتہ ملک انتشار اور سیاسی و اقتصادی نقصان میں مبتلا ہوا۔

اجودھیا کی مسجد کے سلسلہ میں کشمکش کے جاری رہنے اور اس کو محض جذباتی انداز میں حل کرنے نے ہندوستان کو جو نقصان پہنچایا اس کو سب جانتے ہیں، اس کے اثر سے ممبئی میں سخت فساد ہوا جو ایک ہفتہ بھر پورے طریقہ سے چلا اس کا نتیجہ متعدد کارخانوں اور صنعتی ملوں کو بند ہوجانے کی صورت میں ظاہر ہوا، جن سے اُن صنعتوں کو جو اِن کارخانوں اور ملوں سے تعلق رکھتی تھیں سخت نقصان پہنچا یہ نقصان صرف مسلمانوں کا نہ تھا، ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ برداشت کرنا پڑا ہو، لیکن یہ نقصان پورے ملک کا تھا، ملک کی اقتصادیات کو دھکا پہنچا، اس میں ایک تو ہزاروں مزدور جو اِن میں کام کرتے تھے بدامنی سے گھبرا کر ممبئی چھوڑ کر چلے گئے جن کی وجہ سے کارخانوں کو دوبارہ چالو کرنا مشکل ہوگیا اور ملک میں بیکاری کا گراف اور نیچے چلا گیا، اسی کے ساتھ باہر کے ملکوں کے جو کاروباری بمبئی میں صنعت کھڑی کرنے کا ارادہ کر رہے تھے انھوں نے ارادہ بدل دیا، حساب لگایا جائے تو اس سے ملک کا اقتصادی نقصان کس قدر ہوا، نیز ملک کے دو فرقوں کے مابین جو ٹینشن پیدا ہوا اس سے شہری اور سماجی فضا شک وشبہہ کی بنی اور آپسی تعاون کو نقصان پہنچا، اور اب گجرات میں جو کچھ ہوا اس نے قوم کو مذکورہ بالا نقصان اور خسارہ سے زیادہ بڑے پیمانہ پر نقصان میں مبتلا کر دیا، اس خسارہ کے علاوہ ملک اور بیرونِ ملک میں ہندوستان کی جو شبیہ ابھری وہ بڑی داغدار ہے، دنیا بھر کے مسلمان جو ایک سو سے زیادہ ملکوں میں اکثریتوں اور بڑی اقلیتوں کی شکل میں سوا سو کروڑ کی تعداد میں ہیں وہ یہاں کے مسلمانوں کے ہم مذہب ہونے کی بنا پر بہت رنجیدہ ہوئے اور ان کے دلوں میں سخت بدگمانی اور ناگواری پیدا ہوئی ان کے علاوہ دنیا بھر کے تمام جمہوریت پسند غیر مسلموں حتی کہ ہندو مذہب کے ماننے والوں نے بھی اس ظلم کو برا سمجھا اور ہندوستانی سماج کے متعلق بری رائے قائم کی۔ قیادت کو یہ سوچنا چاہئے اور اس موجودہ عہد میں جب کہ یورپ کے ممالک دو عالمی جنگیں جن میں زبردست طریقہ سے لڑے اور آپس میں خوب خون بہایا اور اپنے کو خوب تباہ کیا پھر سمجھداری آئی اور بتدریج متحد ہوگئے اور سب ملک آج مل کر ایک فیڈریشن ہوگئے ہیں، ان کا مشترک سکہ ہوگیا ہے اور آپس میں ویزا ختم ہوگیا ہے اور مشترک ہوگیا ہے تو کیا ہندوستان اپنے شہریوں کے مختلف فرقوں میں میل ملاپ نہیں پیدا کرسکتا اور کیا وہ اپنے پڑوسی ملکوں سے اچھے روابط بنا کر ایک متحدہ بلاک نہیں بن سکتا، یہ بات ہندوستان کے رہبروں کے غور کرنے کی ہے۔

یہ باتیں ملک کی اکثریت کو جس کو حکومت میں پالیسی بنانے کا اختیار حاصل ہے پیش نظر رکھنے اور سمجھنے کی ہیں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ظلم اور بربریت سے کسی کو ختم نہیں کیا جاسکتا، مسلمان یہاں رہیں گے، مارے اور لوٹے جائیں گے پھر انشاء اللہ بحال ہوں گے۔

گجرات کا المیہ وہاں کے مسلمانوں کا بڑا المیہ ضرور ہے، اس کے نتائج پر غور کرنے اور مناسب تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے اسی کے ساتھ پورے ملک کے مسلمانوں کے لئے یہ ایک لمحۂ فکریہ بھی ہے کہ یہ کیوں ہوا؟ اور کیسے ہوا؟ ایسے تمام مواقع جو مسلمانوں کو ماضی میں اس ملک میں اور بیرون ملک بار بار پیش آئے ہیں دینی حیثیت سے بھی سوال سامنے لانا چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کے حکموں کی کوتاہی میں اس حد تک تو نہیں پہنچ گئے کہ اس طرف سے ان کو یہ تازیانہ ملا ہو، ایسے ہر موقع پر ہم کو اپنے اعمال کا بھی حساب لگانا چاہئے اور اس کے پیچھے اپنی جو کوتاہیاں ہوں ان کی اصلاح کرنے کی فکر بھی کرنا چاہئے۔

—اور جس ملک میں ہوں وہاں کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے حکمت اور سمجھ سے مسائل کو حل کرنا چاہئے اور اپنے ہم وطنوں سے انسانی سطح پر ربط بڑھانا چاہئے کیونکہ ہر فرقہ میں انسانیت نوازوں کی کمی نہیں ہوتی، ان کی ہمدردیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

انسانیت کے لئے محسنِ اعظمؐ

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اس زمین پر بسنے والی نسلِ انسانی کئی بار خودکشی اور خودسوزی کے لئے تیار اور کمربستہ پائی گئی، اس دنیا کی تاریخ میں کئی دور ایسے گزرے ہیں کہ اس نسل انسانی نے زندہ اور باقی رہنے کا استحقاق کھو دیا اور اس نے باشعور اور باضمیر انسانوں کے بجائے غیر ذی عقل جانوروں اور خونخوار و آدم خور درندوں کی شکل اختیار کرلی، تہذیب و تمدن، علم و ہنر، اخلاق و اقدار، نظام و قانون، اصول و ضوابط سب پر ایک احتضار (عالم سکرات) کی کیفیت طاری ہوگئی۔

نسل انسانی اور تہذیب و تمدن کی اس جانکنی کے عالم میں جزیرۃ العرب میں خدا نے ایک انسان کو پیدا کیا اور نوعِ انسانی کو نہ صرف بچانے بلکہ انسانیت کے اس اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک پہونچانے کا دشوار ترین اور نازک ترین کام سپرد کیا جو مورخوں کے وسیع تجربے اور شاعروں کے بلند تخیل سے بھی فزوں تر تھا، اور اگر اس کے لئے ناقابل انکار تاریخی شہادتیں اور تواتر نہ ہوتا تو اس کا یقین کرنا بھی مشکل تھا، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جو چھٹی صدی مسیحی میں ظہور میں آئی۔ آپؐ کا پہلا کام یہ تھا کہ آپؐ نے تلوار کو جو نوعِ انسانی کے سر پر لٹک رہی تھی اور کوئی گھڑی تھی کہ اس کے سر پر گر کر اس کا کام تمام کردے، ہٹا لیا، اور اس کو وہ تحفے عطا کئے جنھوں نے اس کو نئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت، نئی عزت اور نئی منزلِ سفر عطا کی، اور ان کی برکت سے انسانیت، تہذیب و تمدن، علم و فن، روحانیت و اخلاص اور تعمیر انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہوا، انھوں نے انسانی معاشرہ کو ایک بے بہا دولت عطا کی جس پر انسانیت کی خیر و برکت اور تمدن کی تعمیر و ترقی کا دارومدار ہے، وہ قیمتی سرمایہ ہے: بھلائی سے محبت اور برائی سے نفرت کا مقدس ترین جذبہ اور شرک کی قوتوں اور اس کے مرکز کو پاش پاش کرنے اور خیر کی توسیع و ترقی کے لئے قربانیاں دینے کا مبارک عزم، انسان کی تمام ترقیات سربلندیوں اور ناقابلِ فراموش کارناموں کا اصل اور اساسی سبب یہی مقدس جذبہ اور مبارک عزم ہے کیونکہ تمام اسباب و وسائل ساز و سامان اور تجربہ و تحقیق کے ادارے انسان کے عزم و ارادہ کے تابع ہیں، انھوں نے قساوت و بہیمیت کو رحمت و رأفت اور شرافت و انسانیت میں بدل دیا، انھوں نے اپنی اعلیٰ تعلیمات کی اشاعت کی اس کے لئے مسلسل و متواتر جدّ و جہد جاری رکھی۔ عیش و آرام کی پرواہ نہیں کی، عزت و وقار کا خیال نہیں کیا، حتیٰ کہ اپنے جسم و جان کی بھی فکر نہیں کی۔

اس مسلسل و جاں کاہ محنت و مشقت کے نتیجہ میں انسانیت سے عاری حیوانوں اور پھاڑ کھانے والے درندوں میں ایسے نیک نفس لوگ پیدا ہوئے جن کے انفاس سے دنیا معطر ہوگئی، جن کے حسن و جمال سے انسانیت کی تاریخ میں دل کشی و رعنائی آگئی، جو رفعت و منزلت میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے، تباہ و برباد ہونے والی انسانیت کو نئی زندگی مل گئی، عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگیا، کمزوروں میں طاقت والوں سے اپنا حق وصول کرنے کی ہمت و طاقت پیدا ہوگئی۔ بھیڑیوں نے بکریوں کی نگہبانی کی، فضاؤں میں رحم و کرم کی خنکی چھاگئی، اُلفت و محبت کی خوشبو پھیل گئی، سعادت کا بازار گرم ہوگیا، دنیا میں جنت کی دکانیں سج گئیں ایمان و یقین کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگیں، انسانی نفوس ہوا و ہوس کی گرفت سے آزاد ہوگئے، قلوب بھلائیوں کی طرف ایسے کھنچنے لگے جیسے مقناطیس کی طرف لوہے کے ٹکڑے۔

ہم اختصار اور انتخاب کے طور پر ان چند بنیادی اور قیمتی عطیوں کا ذکر کریں گے جن کا نوعِ انسانی کی رہنمائی، صلاح و فلاح اور تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار رہا ہے اور جنھوں نے ایک زندہ اور درخشندہ دنیا کی تخلیق و تشکیل کی ہے جو کہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی۔

وہ عطیات GIFTS درج ذیل ہیں۔

١۔ صاف اور واضح عقیدۂ توحید۔
٢۔ انسانی وحدت و مساوات کا تصور۔
٣۔ انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت و بلندی کا اعلان۔
٤۔ عورت کی حیثیتِ عرفی کی بحالی اور اس کے حقوق کی بازیابی۔
٥۔ ناامیدی اور بدفالی کی تردید اور نفسیاتِ

انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد و افتخار کی آفرینش۔

۶۔ دین و دنیا کا اجتماع اور حریف و برسرِ جنگ انسانی طبقات کی وحدت۔

۷۔ دین و علم کے درمیان مقدس دائمی رشتہ کا قیام و استحکام، اور ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت سے وابستہ کر دینا، علم کی تکریم و تعظیم اور اسے بامقصد مفید اور خدارسی کا ذریعہ بنانے کی سعیِ محمود۔

۸۔ عقل سے دینی معاملات میں بھی کام لینے، فائدہ اٹھانے، اور انفس و آفاق میں غور و کی ترغیب۔

۹۔ اُمتِ اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی اور رہنمائی انفرادی و اجتماعی اخلاق و رجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادتِ حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔

۱۰۔ عالمگیر اعتقادی و تہذیبی وحدت کا قیام۔

اسی فطری جذبۂ احسان مندی کے بارے میں "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" کے مقالہ نگار ولیم ایچ، ڈیوڈسن WILLIAM H. DAVIDSON کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک فطری اور عالمگیر انسانی جوہر ہے جس کو ہر زمانہ میں زندہ رہنا چاہیئے۔

مقالہ نگار لکھتا ہے:۔

"بقول تھامس براؤن THOMAS BROWN جذبۂ تشکر محبت کے اس فرحت بخش جذبہ کا نام ہے جو ہم کسی دوسرے سے فائدہ پہنچنے پر محسوس کرتے ہیں، یہ احساس بذاتِ خود اس منفعت کا ایک جزء ہے جس سے ہم مستفید ہوتے ہیں احسان مندی کسی مہربانی کا ردِ عمل ہے جو پورے خلوص اور انبساط کے ساتھ واقع ہوتا ہے، یہ ردِ عمل فوری اور فطری ہوتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ فطرتِ انسانی کی تشکیل کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ انسانوں کے درمیان محبت و یگانگت اس کی بنیادی صفت ہے، اور نفرت و دشمنی (اپنی تمام علامتوں کے ساتھ) غیر فطری اور مخربِ اخلاق ہے[1]"

اس اخلاقی پستی، دنائتِ طبع، ضمیر کے مردہ و مفلوج ہونے اور شرافتِ انسانی کے آخری اثر سے محروم ہو جانے کا سب سے بڑا مظہر، مذہبی پیشواؤں، معمارانِ انسانیت اور محسنینِ عالم کی نہ صرف احسان فراموشی، بلکہ ان کے بارے میں وہ زبان و اسلوب اختیار کرنا ہے جو پست سے پست انسانوں کے بارے میں بھی روا نہیں ہے، اور جس سے نہ صرف ان کے کروروں ماننے والوں اور ان پر جان قربان کرنے والوں کے دل و دماغ مجروح ہوتے ہیں بلکہ حقائق کا بھی خون ہوتا ہے اور دیکھنے والی آنکھوں میں خاک جھونکی جاتی ہے کسی شریف معاشرہ اور کسی مہذب ملک کو بھی ایسے دنی الطبع، ضمیر فروش، احسان فراموش اور غیر مہذب انسانوں کو برداشت نہیں کرنا چاہیئے۔

جبکہ مغربی دنیا کے چند ترقی یافتہ اور مثالی ملکوں کے منصف مزاج، حقیقت پسند اور بلند پایہ مصنفین اور ادیبوں نے اپنے تأثرات اور خیالات اس طرح پیش کئے ہیں کہ فرانس کا مشہور ادیب لیمرٹائن LAMARTINE نبوتِ محمدی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"کسی بھی انسان نے کبھی بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے لئے اتنا رفیع الشان مقصد منتخب نہیں کیا اس لئے کہ یہ مقصد انسان کی طاقت سے باہر تھا، توہمات اور خوش اعتقادیوں کو جو انسان اور اس کے خالق کے درمیان حجاب بن گئی تھیں، زیر و زبر کرنا انسان کو خدا کے حوالے کرنا اور خدا کی چوکھٹ پر انسان کو لانا اس زمانہ کی اصنام پرستی کے مادی خداؤں کی جگہ خدائے واحد کے پاکیزہ اور عقلی تصور کو از سرِ نو بحال کرنا، یہ تھا وہ عظیم مقصد کسی انسان نے کبھی بھی ایسے عظیم الشان کام کا جو کسی صورت سے انسانی طاقتوں کے بس کا نہ تھا، اتنے کمزور ذرائع کے ساتھ بیڑا نہیں اٹھایا۔

خدا کی توحید کا ایسے دور میں اعلان کرنا جبکہ دنیا لاتعداد ضمنی خداؤں کی پرستش کے بوجھ سے دبی ہوئی تھی، بذاتِ خود ایک قوی معجزہ تھا، محمدؐ کی زبان سے جیسے ہی اس عقیدہ کا اعلان ہوا، بتوں کے تمام قدیم معبدوں میں خاک اڑنے لگی، اور ایک تہائی دنیا ایمانی حرارت سے لبریز ہو گئی[1]"

جان ولیم ڈریپر JOHN WILLIAM DRAPER یورپ کی ذہنی و علمی تاریخ کے ضمن میں لکھتا ہے:

"۵۶۹ء میں جسٹی نین JUSTINIAN کی موت کے چار سال بعد سرزمین عرب کے شہر مکہ میں وہ شخص پیدا ہوا جس نے نسلِ انسانی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا[2]" وہ مزید لکھتا ہے۔

[1] ENCYCLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS, EDINBURG-1913, VOL. 6, P. 391

[1] لیمرٹائن LAMARTINE، ہسٹری ڈی لاٹرکی ج ۲ ص ۲۷۶ - ص ۲۷۷ پریس (۱۸۵۴ء) (HISTOIRE DE LA TURQUIE, PARIS-1854, VOL 2, PP. 276-277)

[2] JOHN WILLIAM DRAPER, A HISTORY OF THE INTELLECTUAL DEVELOPMENT OF THE EUROPE, LONDON-1875, Vol. I, P. 229

"محمدؐ میں وہ صفات جمع ہو گئی تھیں، جنھوں نے ایک سے زائد بار سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہے۔ انھوں نے مابعد الطبیعیات کے بیکار مباحث میں پڑنے کے بجائے لافانی صداقتوں پر زور دیا، اور اپنے آپ کو صفائی ستھرائی، سنجیدگی، روزے اور نماز کے ذریعہ لوگوں کی سماجی ترقی کے لئے وقف کر دیا[1]"

اس صدی کا عظیم مفکر و مؤرخ ٹائن بی TOYNBEE لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں میں نسلی امتیاز کا مکمل خاتمہ اسلام کا ایک عظیم کارنامہ ہے، موجودہ دنیا کی جو حالت ہے اس میں اسلام کی اس خصوصیت کی تبلیغ و اشاعت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے[2]"

یہ عجیب اتفاق ہے کہ دو سو سال قبل تھامس کارلائل (THOMAS CARLYL) نے تمام پیغمبروں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہیرو منتخب کیا تھا۔ اور اب بیسویں صدی کے اخیر میں امریکہ کے مائیکل ایچ ہارٹ (MICHAEL H. HART) نے ان لوگوں کی فہرست میں جو تاریخ عالم میں انسانیت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے ہیں، آپؐ کا ہی نام سرِ فہرست رکھا ہے[3]"

[1] IBID, P. 330

[2] TOYNBEE, A. J. CIVILIZATION ON TRIAL, NEW YORK-1948, P. 205

[3] HART, MICHAEL H., THE 100—A RANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSON IN HISTORY, NEW YORK, 1978, P. 26

قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی رحلت

پر

ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، ملی کونسل اور فقہ اکیڈیمی کے بانی اور ایک عظیم فقیہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی ۴ اپریل ۲۰۰۲ء کو طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

مولانا کے اس عظیم حادثۂ وفات پر دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے دار العلوم کے طالب علم محمد علی نے کیا۔

صدر جلسہ مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قاضی صاحب ایک ممتاز عالم دین تھے۔ فقہ اسلامی پر ان کی گہری نظر تھی انھوں نے بہت سی تحقیقات کیں اور کتابیں تصنیف کیں۔ فقہی مشن کو لیکر عالم اسلام کے ساتھ جنوبی افریقہ تک کا سفر کیا۔ انھوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے خصوصی اور عقیدت مندانہ ربط و تعلق کا اظہار کرتے ہوئے طلباء دار العلوم سے کہا کہ قاضی صاحب کی شخصیت آپ حضرات کے لئے آئیڈیل اور نمونہ ہے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے قاضی صاحب کی گرانمایہ خدمات اور ملی و سماجی کوششوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ وہ ایک ستون کے مانند تھے جن پر ملت کو اعتماد اور بھروسہ تھا وہ مدبرانہ اور حکیمانہ فیصلوں میں ایک قاضی اور جسٹس کی حیثیت رکھتے تھے۔ انھوں نے ملت کو متحد کرنے کی حتی الوسع کوشش کی اس کے لئے ملی کونسل اور فقہ اکیڈیمی قائم کی، وہ عزم محکم جہد پیہم اور اخلاص و للّٰہیت کے پیکر تھے۔ انھوں نے امت کی فکر میں اپنی پوری عمر تمام کر دی، انھوں نے کہا کہ قاضی صاحب کا سانحہ وفات صرف ہندوستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے بالخصوص عالم اسلام کے لئے ایک بڑا خسارہ ہے۔

مولانا عبد القادر صاحب ندوی نے قاضی صاحب کی رحلت پر شدید رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک مصلح، دانشور اور ملی رہنما تھے۔ معاملہ فہمی اور مسئلہ قضا پر ان کی نظر گہری تھی۔ اسی وجہ سے علمی دنیا میں وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ عظیم عالم دین بہترین مدرس اور بے بدل فقیہ تھے۔ جلسہ میں دار العلوم کے اساتذہ و طلباء نے بڑی تعداد میں شرکت کی، مسجد دار العلوم حاضرین سے بھری ہوئی تھی، یہ جلسہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی دعا پر ختم ہوا۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء اس وقت رابطہ العالم الاسلامی کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے حجاز مقدس کے سفر پر تھے اس وجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے۔ دار العلوم ندوۃ العلماء سے جناب مولانا محمد برہان الدین سنبھلی اور مولانا عتیق احمد صاحب بستوی نے قاضی صاحب کی تدفین میں شرکت فرمائی

(ادارہ)

اتباع سنت کا ایک بے مثال نمونہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

مولانا عبداللہ عباس ندوی

حدیث کے ایک جلیل القدر راوی کی حیثیت سے آپؓ کی شخصیت علمی حلقوں میں معروف ہے، فقہ و فتاویٰ کے بعض مسائل میں آپؓ کے تعامل سے استدلال کیا جاتا ہے لیکن کم لوگوں کی نگاہ آپ کے وہبی اور دینی کمالات کی طرف گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شیفتگی اور محبت و فنائیت کا تعلق اس حد تک تھا کہ صرف شرعی اور دینی امور میں آپؓ سنت کے پابند نہیں بلکہ ان امور میں بھی آپؓ اپنے مربی اعظم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے جو کبھی اتفاقاً بلا قصد آپؐ سے صادر ہوئے۔

مثلاً آپ نے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل نماز پڑھتے دیکھا تھا، عبداللہ بن عمرؓ بھی وہاں کھڑے ہو کر دوگانہ ادا کرتے، ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تھی، عبداللہ بن عمرؓ وہاں پہونچ کر اسی طرح کھڑے کھڑے دعا کرتے، اگر بیٹھ کر آپؐ نے نماز ادا کی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں بیٹھ کر نماز ادا کرتے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار کہیں جا رہے تھے، راستے میں آپؐ نے اونٹنی سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر چلتے چلتے یا سواری پر بیٹھے بیٹھے تھک جاتے تو تکان اتارنے کے لئے ٹھہر جاتے اور دو رکعتیں نفل کی پڑھ لیتے جس سے آپؐ کا تکان دور ہو جایا کرتا تھا، دو رکعت نفل آپؐ کی ساری تکان دور کر دیا کرتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی یہی معمول ہو گیا کہ جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھک کر تکان کا مداوا نمازوں سے کیا تھا، وہاں جا کر آپؓ بھی دوگانہ ادا کرتے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت کا ایک واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی کسی گھاٹی میں آپؐ کی اونٹنی نے کسی وجہ سے آگے بڑھنے کے بجائے ایک ہی جگہ پر چکر لگایا۔ آپؐ نے وہاں اپنی اونٹنی بٹھا دی۔ اور اتر کر دو رکعت نماز ادا کی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی جگہ تشریف لے جاتے ہیں اور اپنی اونٹنی کو گھما کر دو چکر لگاتے ہیں اور دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل ارادی و غیر ارادی کا اس درجہ باریک بینی کے ساتھ اتباع کرنا اور آپؐ کے ہر ہر عمل کی نقل اتارنا اس درجہ عام تھا کہ بہت سے بزرگ عمر کے صحابہ کرامؓ سے سنا گیا کہ فرماتے تھے:

"اے اللہ! جب تک تو نے مجھے زندہ رکھنا مقدر کیا ہے اتنی مدت تک ابن عمرؓ کو بھی زندہ رکھ کیوں کہ ان سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا عملی تابعدار دوسرا نہیں ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق عشق کے درجہ تک پہونچ گیا تھا مگر احتیاط و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے الفاظ پوری طرح یاد نہ ہوتے۔ اس وقت تک کسی حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ کے معاصر اور ہم نام عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

لَمْ یَکُنْ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَشَدُّ حُذُوًّا مِنْ اَلَّا یَزِیْدَ فِیْ حَدِیْثِ الرَّسُوْلِ اَوْ یَنْقُصَ مِنْہُ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ

صحابہ کرامؓ میں کوئی بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ احتیاط پسند نہیں دیکھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ایک حرف کی زیادتی یا کمی نہ ہونے پائے۔

فتویٰ دینے میں بھی آپؓ کے احتیاط و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی فتویٰ پوچھنے آتا اور آپؓ کو اس کا علم نہ ہوتا تو فتویٰ نہیں دیتے تھے اور فرما دیا کرتے تھے لَا عِلْمَ لِیْ بِمَا تَسْأَلُ عَنْہُ جو تم پوچھتے ہو اس کا مجھے علم نہیں فتویٰ دینے میں اجتہاد کرنے سے بہت ڈرتے تھے کہ ممکن ہے اجتہاد میں غلطی ہو جائے حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اگر کسی نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد میں غلطی کر گیا تو وہ ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے اور اگر اجتہاد درست ہوا تو دو اجر کا مستحق ہوتا ہے مگر آپ کا عمل "التقویٰ فوق الفتویٰ" پر تھا۔ یعنی تقویٰ کا درجہ فتویٰ سے بڑھا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ عام طور پر اجتہاد کو ورع و تقویٰ کے خلاف سمجھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے منصب قضا کبھی قبول نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ منصب سب سے بڑا دینی منصب تھا، قاضی امیر المؤمنین

کے بعد سب سے زیادہ محترم ہوتا تھا، جاہ و منزلت کا مالک ہوتا تھا۔ مگر ابن عمرؓ کو مال و جاہ اور دنیاوی عیش و آرام سے کوئی مطلب نہ تھا۔

ایک روز امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ بن عفان نے آپؓ کو طلب کیا اور منصب قضا کی پیش کش کی، آپؓ نے معذرت پیش کی حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے اصرار فرمایا مگر یہ اپنے انکار اور معذرت پر قائم رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "أتعصینی" کیا تم میری نافرمانی کرتے ہو؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا ہرگز نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ قاضی ہوتا ہے جو جہل و نادانی میں فیصلہ دیتا ہے، وہ آگ کا مستحق ہے۔ ایک قاضی وہ ہے جو اپنی خواہش یا کسی فرد خاص کی دوستی میں فیصلہ دیتا ہے، اس کا انجام بھی جہنم ہے۔ اور ایک قاضی وہ ہے جو اجتہاد کرتا ہے اور اپنے اجتہاد میں حق بجانب ثابت ہوتا ہے، اس پر نہ کوئی بار ہوتا ہے۔ اور نہ اس کا کوئی اجر ہے[1] لہٰذا میں اللہ کے نام پر التماس کرتا ہوں کہ مجھے اس خدمت سے معذور رکھئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کا عذر مان لیا، مگر ایک شرط یہ رکھی کہ کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کریں گے، کیونکہ امیر المؤمنین کو معلوم تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ کا مسلمانوں کے دلوں میں کیا مقام ہے، اور جب اہل علم و تقویٰ کو معلوم ہوگا کہ عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس منصب کو قبول نہیں کیا تو پھر کوئی اس کی ہمت نہ کرتا کہ اس کو قبول کرے اور سب اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روش پر چلنے لگتے تو منصب قضا ہی خالی رہتا۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اندر سلبیت زیادہ تھی یا وہ کوئی اختلاف رکھتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہؓ کے علاوہ بھی متعدد اہل خیر و صلاح موجود تھے اور قضاء و افتاء کا کام کر سکتے تھے اور کر رہے تھے، اس لئے حضرت عبداللہؓ کے انکار کی وجہ سے اس منصب کو نقصان پہونچنے کا کوئی خطرہ نہ تھا البتہ اپنے لئے وہ گوشۂ عافیت و عبادت چاہتے تھے، ایک حکمت یہ بھی تھی کہ وہ زمانہ فتوحات کا تھا۔ اور اسلام کے تابع متعدد ریاستیں تھیں، لوگ جاہ و منصب کے طلبگار ہو رہے تھے، اس لئے ضرورت تھی کہ منصب قضاء کا ایک اعلیٰ ترین معیار قائم رہے اور ہر شخص اس کا بلا استحقاق متمنی نہ ہو اس کو بتا دیا جائے کہ قضاء کا منصب کس درجہ اہم ہے کہ ابن عمرؓ جیسا خدا ترس، عابد و زاہد، محدث و فقیہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار اور سنت کا عاشق بھی، اس منصب کے قبول کرنے میں خوف محسوس کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے اوصاف میں امام سیوطیؒ، تذکرۃ الخلفاء الراشدین میں لکھتے ہیں:

لقد کان ابن عمر أخا اللیل، یقومہ مصلیاً صدیق السحر یقطعہ مستغفراً و باکیاً۔

ابن عمر شب بیدار تھے، نوافل میں راتیں بسر کرنے والے تھے۔ سحر خیز تھے رو رو کر استغفار کرنے والے تھے۔

آپؓ نے ایک خواب دیکھا تھا، حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم الاصبہانی نے انہی کے الفاظ میں نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں استبرق کا ایک ٹکڑا (رومال) ہے، میں جنت کے اندر جہاں جانا چاہتا ہوں مجھ سے پہلے اڑ کر یہ رومال پہونچ جاتا ہے۔ اور دیکھا، گویا دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے آگ میں لے جانا چاہتے ہیں کہ اتنے میں ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے کہا "لا ترع" مت ڈراؤ، اس پر ان دونوں نے مجھے چھوڑ دیا۔"

میرے اس خواب کا ذکر میری بہن (حضرت) حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عبداللہ کیا خوب آدمی ہے، اگر رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اس پر پابند رہے اور پڑھتا رہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس دن سے اور آج کی تاریخ ہے میں نے کبھی سحر خیزی نہیں چھوڑی، خواہ گھر پر رہوں یا سفر میں، بہر حال میرا یہی معمول زندگی بھر رہا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آداب دین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے تھے اور پھر اپنے والد ماجد امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت میں دین کی محبت اور دین پر جان دینے کا جذبہ حاصل کیا۔ ابن الاثیرؒ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں:

"عبداللہؓ اپنے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کی طرح بہت رقیق القلب تھے، قرآن کریم سنتے یا پڑھتے تو پھر آنکھوں پر قابو نہیں رہتا۔"

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ، باب فی القاضی یخطئ

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک روز میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے یہ آیتیں پڑھیں:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝

(سورۂ النساء آیت: ۴۲)

ترجمہ:- اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے۔ اس روز جنہوں نے کفر کیا ہوگا۔ اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہو جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفاء نہ کر سکیں گے۔

تو آپؓ کی آنکھوں سے اس طرح آنسو رواں ہو گئے کہ ریشِ مبارک تر ہو گئی۔

ایک دن اپنے بھائی بندوں میں بیٹھے تھے یہ آیت تلاوت فرمائی:-

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (المطففین: ۱-۶)

ترجمہ:- بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیں تو پورا لیں۔ اور جب انکو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا ان کو اس کا یقین نہیں آتا کہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ نے یہ آخری آیت "يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" کو بار بار دہرانا شروع کیا۔ آواز گلوگیر ہوئی پھر آنسو بارش کے قطروں کے مانند گرنے لگے۔ یہاں تک کہ بدن لرزنے لگا اور بے ہوش ہو گئے۔

یہ تھی کلام الٰہی کی تاثیر، اور یہ تھا قلبِ مومن پر اس کا اثر قرآن پاک کی بلاغت اور اس کی تاثیر پر آپ سیکڑوں کتابیں لکھ ڈالئے۔ وعظ سنا لیجئے، یہی نہیں بلکہ آج کل کے مزاج کے مطابق اس کی بلاغت پر سیمینار اور ورک شاپ کیجئے، مگر اس کی روح بلاغت اور وہ تاثیر جو پہاڑوں کا جگر شق کر دے دریا کی روانی روک دے۔ اس وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب اس کو قبول کرنے والا قلب ہو۔ اللہ پر یقین، رسولؐ پر یقین اور قرآن کریم کے ہر ہر حرف پر یقین ہو جو ان حضرات کو تھا، کہ ان کے رگ و ریشہ میں اس کا جمال و جلال سما گیا تھا، جس کا ان کی سیرتیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، پوچھئے ادب عربی کی بڑی سے بڑی ڈگریاں رکھنے والوں سے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے والوں سے، اس کے نامی گرامی پروفیسروں سے اس سادہ سی آیت يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ میں یہ بجلی گرانے والی کیفیت کہاں سے پیدا ہو گئی؟ کون سا مسئلہ علم معانی علم بیان، صنائع و بدائع کا ہے جو آپ کو نہیں معلوم، ان سب کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے، اس میں وہ طاقت کہاں سے آگئی جس نے رگ رگ میں آگ بھر دی۔ ؎

آیا کہاں سے نالۂ نے میں سرورِ مے
اصل اسکی نے نوازکا دل ہے؟ کہ چوب نے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساز دل میں یقین کا سرور تھا۔ محبت کی آگ تھی، دل کو دل بنانے والے سیرت ساز اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض بخشی کا نور تھا ؎

بلبل از فیضِ گل آموخت سخن ورنہ نبود
این ہمہ قول و غزل تحفۂ درمنقارش

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دنیاوی وجاہت اور مال و متاع سے محروم نہ تھے، جوانی میں تجارت کرتے تھے اس کی آمدنی سے کچھ باغات تھے اور بیت المال سے گزارہ ملتا تھا، لیکن سخاوت، دنیا سے بے رغبتی جس کو زہد کہتے ہیں اور خشیتِ الٰہی ان کے مزاج کا جزو تھی اپنی آمدنی کا اکثر حصہ اللہ کی راہ میں صرف فرمایا کرتے تھے۔

ایوب بن وائل الراسبی ان کے جود و سخا کا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے پاس چار ہزار درہم اور خوبصورت چادر آئی، دوسرے روز ایوب بن وائل نے ان کو بازار میں بکریوں کا چارہ اُدھار خریدتے ہوئے دیکھا ابن وائل حضرت عبداللہؓ کے گھر گئے اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کل تو آپ کے پاس اتنی رقم آئی تھی اور آج ان کے پاس چارہ خریدنے کے لئے پیسے نہیں ہیں؟ گھر والوں نے کہا ہاں یہ صحیح ہے کہ ان کے پاس رقم آئی تھی مگر انھوں نے رات بستر پر جانے سے پہلے سب اہل حاجت میں تقسیم کر دی اور چادر شانے پر ڈال کر نکلے تھے مگر گھر واپس آئے تو وہ چادر شانے پر نہیں تھی کسی حاجتمند کو دے دی۔

اصحاب السیر لکھتے ہیں کہ ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما کو دکھاوے کے کاموں سے نفرت تھی حاجتمندوں کی ضروریات پورا کرنے کا ایک عام ذوق تھا۔ مگر دوستوں اور اقربا کی

دعوت کرنا اور اچھے قسم کے کھانے تیار کرانا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ بلکہ بعض خاندانی افراد کو پُرتکلف دعوتیں کرنے سے روکتے تھے، فرماتے:

"تَدْعُونَ الشِّبَاعَ وَتَدَعُونَ الْجِيَاعَ" پیٹ بھروں کو بلاتے ہو اور بھوکوں کو نظر انداز کرتے ہو۔ محتاج اور ضرورتمند بھی ان کی سخاوت کو جانتے تھے جب گھر سے نکلتے تو اہل ضرورت اس طرح آپ کو گھیر لیتے جیسے شہد کی مکھیاں پھولوں اور کلیوں پر ٹوٹ پڑتی ہیں مال ان کے نزدیک ایک وسیلہ تھا غایت و مقصد نہ تھا۔

ایک دوست نے خراسان سے بہت نرم کپڑے کا جبہ لا کر دیا اور کہا: میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اگر میں یہ دیکھوں گا کہ موٹا جھوٹا لباس اتار کر آپؓ اس جبہ کو پہن لیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کپڑے کو ہاتھ میں لیا، چھو کر دیکھا اور پوچھا کیا یہ ریشم ہے؟ ان کے دوست نے کہا، نہیں یہ سوتی کپڑا ہے، پھر آپؓ نے چند لمحے اس کو مل دل کر دیکھا اور اسے واپس کر دیا۔ اور فرمایا:-

مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ چکنا کپڑا مجھے گھمنڈ میں نہ ڈال دے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

اور اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا، بڑائی مارنے والا۔

ایک دوسرے دوست نے عراق سے لا کر ایک ہریرہ پیش کیا۔ ایک بوتل میں کوئی خاص قسم کا شربت تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ لانے والے نے عرض کیا حضرت! یہ بہت اچھی دوا ہے میں خاص طور پر آپؓ کے لئے عراق سے لایا ہوں۔

فرمایا: کیسی دوا؟ کس مرض کا علاج ہے؟

عرض کیا گیا: یہ کھانے کو ہضم کرتی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما نے کہا: کھانا ہضم کرتی ہے؟ میں نے چالیس سال سے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا ہی نہیں کھایا، میرے رسولؐ کا یہی معمول تھا اور میرے باپ کا بھی اسی اُسوہ پر عمل تھا، نہ شکم سیر ہو کر کھاتے نہ بیمار پڑتے اور نہ ہاضمے کی دوا درکار ہوتی۔

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا کہ آپؓ کا بستر، لحاف قرینے سے رکھ دوں، بخدا جو سامان وہاں تھا سب کی مجموعی قیمت تین درہم سے زیادہ نہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر عمل کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنائے رکھے تھے، دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ فرماتے تھے۔

"جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، میں نے ایک کچی اینٹ بھی زمین پر نہیں رکھی، مطلب یہ کہ کوئی گھر نہیں بنایا۔ اور ایک کھجور کا پودا نہیں لگایا، یعنی کوئی نیا باغ نہیں لگایا، تجارت میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔"

زہد۔ یعنی دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ بڑا سے بڑا منصب قبول نہیں کیا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قضاء کا منصب بہ اصرار پیش کیا مگر اس سے انکار کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپؓ کو خلافت کی پیش کش ہوئی تو آپؓ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی مسلمان کا آنکھ بھی خون بہے جو جماعت میں نکالا جاتا ہے، جب کسی نے اصرار کیا تو آپؓ نے فرمایا:

"اگر کوئی پکارنے والا پکار کر کہے گا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ تو میں اس دعوت کو قبول کر لوں گا۔ اگر کوئی کہے گا حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ تو میں اس دعوت کو بھی قبول کر لوں گا۔ لیکن اگر پکارنے والا کہے گا حَيَّ عَلَى قَتْلِ أَخِيكَ الْمُسْلِمِ، آؤ اپنے مسلمان بھائی کا قتل کرنے کے لئے، تو میں انکار کروں گا۔"

زمانۂ فتنہ میں آپؓ نے اپنے کو محفوظ رکھا، سیر و تاریخ کی کتابوں میں آپؓ کا مسلک واضح طور پر لکھا گیا ہے۔ مگر باوجود اس کے ۸۵ سال کی عمر پائی، عزت و توقیر، بزرگانہ احترام میں کسی نے کمی نہیں کی، مگر کسی ایسی جنگ میں شریک یا طرفدار نہیں ہوئے جس میں کسی مسلمان کا خون بہتا۔

۷۳ھ میں آپؓ کی روح نے اعلیٰ علیین میں جگہ پائی۔ بعثتِ نبوی سے دو سال پہلے آپؓ پیدا ہوئے، کیونکہ غزوۂ بدر جو ۲ھ میں ہوا ہے اس وقت آپؓ کی عمر ۱۳ سال تھی، کم سنی کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں کئے گئے مگر نوعمری سے لے کر آخر عمر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطوار و عادات، دائمی یا اتفاقی ہر ایک کو اپنی محبت و شیفتگی کی بنا، پر واجب الاتباع سمجھتے رہے۔

سناؤں داستانِ عشق میں کس کو یہاں ساقی
نظر آتا نہیں جب ہائے کوئی رازداں ساقی
دلوں میں اب نہیں باقی رہا سوزِ نہاں ساقی
مئے توحید کے طالب نہیں پیر و جواں ساقی
کرامت آپ کی دیکھی میاں ساقی نہاں ساقی
اِدھر ساقی اُدھر ساقی یہاں ساقی وہاں ساقی
میں ڈرتا ہوں نہ رٹ جائے سلف کی داستاں ساقی
نظر آتا ہے اب کچھ اور ہی رنگِ جہاں ساقی

ہمارا ماضی اور حال

شمس الحق ندوی

دُنیا کی دیگر قوموں نے اپنی تاریخ خود سے گڑھی ہے اور اس کے لئے فرضی ہیرو تیار کئے ہیں۔ اشخاص وافسانے تیار کئے ہیں مگر ہماری تاریخ حقیقت و واقعہ ہے۔ ہماری تاریخ ایسے بے شمار انسانیت دوست اور شیر دل افراد سے بھری پڑی ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں ویسے چند افراد پیش کرنے سے قاصر ہیں، ہماری تاریخ میں ایسے تابندہ و درخشاں نقوش ہیں جو مُردوں کی مسیحائی کرتے ہیں، انسان کے تنِ مُردہ میں جان ڈال دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں صلاح وخیر ہے، اعتماد و خودداری ہے، روح و حقیقت ہے نہ کہ داستان سرائی و افسانہ بازی!

ابن عساکر اور دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب رومی لشکر اسلامی فوجوں کے سامنے شکست کھانے لگے تو ہرقل بہت گھبرایا اور اپنے ملک کے عقلاء اور بڑے بڑے لوگوں کو بلا کر ان سے کہنے لگا کہ تم پر تف ہے کیا یہ لوگ جو تم سے لڑ رہے ہیں وہ تمہارے ہی جیسے انسان نہیں ہیں؟ ہرقل کی باتیں سُن کر ان لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں، ہیں تو ہمارے ہی جیسے انسان، پھر اس نے پوچھا کیا وہ زیادہ ہیں یا تم لوگ؟ اس وقت ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ان سے ہر حیثیت سے زیادہ ہیں۔ ہرقل نے کہا پھر کیا بات ہے کہ جب بھی تم ان سے لڑتے ہو شکست کھاتے ہو، ہرقل کی بات سُن کر ان لوگوں نے جھنجھلا کر سر جھکا لیا۔ لیکن ان سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک بوڑھے شخص نے ہمت کی اور ہرقل سے کہا۔ حضور کیا آپ واقعی اس کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اس بوڑھے نے کہا وہ ہم پر اس لئے غالب آجاتے ہیں کہ رات کو تو عبادت گذار ہوتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں اور دن میں روزے رکھتے ہیں۔ وہ جو وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہوتے ہیں۔ بغیر کسی مقدمہ و عدالت کے ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں حرام کام کرتے ہیں، جو عہد کرتے ہیں اس کو پورا نہیں کرتے۔ ہم غریب و محتاج پر غصہ ہوتے ہیں اور اس پر ظلم کرتے ہیں۔ خدا کو ناراض کرنے والی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ اور اس کو خوش کرنے والی باتوں سے روکتے ہیں، ہم زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔

اس بوڑھے کی باتوں کو سن کر ہرقل نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو، ہرقل نے ایک دوسرے شخص سے جو کچھ دنوں مسلمانوں کے پاس قید رہا تھا کہا تم ان لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے بارے میں بتاؤ وہ کیسے ہیں، تم نے وہاں کیا دیکھا؟ اس قیدی نے کہا؛

ہم ان کے شب و روز کا تمہارے سامنے ایسا نقشہ کھینچیں گے جیسے تم انھیں دیکھ رہے ہو وہ دن میں شہسوار اور رات میں عبادت گذار ہوتے ہیں اپنی امان میں رہنے والوں سے خریدے بغیر کوئی چیز نہیں کھاتے، جب کسی کے پاس جاتے ہیں تو سلام کئے بغیر اس کے پاس نہیں جاتے جن سے جنگ کرتے ہیں اس طرح جم کر کرتے ہیں کہ شکست فاش دیتے ہیں؟

اس قیدی نے جس نے مسلمانوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ ہرقل کے سامنے ان کا ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ حیران و ششدر رہ گیا اس پر ایسا خوف و ہراس طاری ہوگیا کہ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، ڈر کے مارے قدم اُٹھانا مشکل ہوگیا کلیجہ تھام کر بیٹھ گیا وہ اپنی قوت ادراک سے یہ سمجھ گیا کہ ایسے لوگ کبھی شکست نہیں کھا سکتے۔ رومی لشکروں کے جتھے ان کے سامنے ٹک نہیں سکتے۔ چنانچہ اس نے اس قیدی سے کہا کہ تم نے جو اوصاف بیان کئے اگر وہ صحیح ہیں تو ایک دن وہ ہمارے تخت و تاج پر قبضہ کرکے رہیں گے۔ پھر جب رومیوں کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں تو ایک دن وہ ملک شام کے ایک ٹیلہ پر کھڑا ہوا اور شام کو خیرباد کہتے ہوئے اس نے کہا، سوریہ! تجھے میرا آخری سلام جس کے بعد پھر تجھ سے ملنا نہ ہوگا۔ الوداع اے سوریہ الوداع! آج کے بعد جو رومی بھی یہاں آئے گا خوفزدہ و حواس باختہ ہوگا۔

مسلمانوں نے اپنے اخلاق سے دنیا کو فتح کیا تھا۔ اس قوم کے حالات عجیب و غریب ہیں جس نے اپنے خدا سے مدد مانگی اور مضبوطی کے ساتھ اسلامی قدروں پر قائم رہی۔ اس نے دنیا کو اپنے ہتھیار و قوت سے فتح کرنے سے قبل اس کو اپنے اخلاقِ جمیلہ اور عادات حمیدہ سے

فتح کیا۔ وہ ملکوں کے قلعوں میں داخل ہونے اور شہر بنا ہوں کو توڑنے سے پہلے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں داخل ہوئی۔ سارے عالم میں ان کا ڈنکا بجنے لگا۔ اور روئے زمین پر رہنے والی قومیں اور بادشاہ ان سے خوفزدہ ہوگئے۔

جب مسلمانوں نے کسریٰ کے شہروں کو فتح کرلیا۔ اور عرب بہادر سرزمین عجم میں داخل ہوگئے۔ تو ان کے بادشاہ یزدگرد نے چینی بادشاہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے عربوں کے خلاف مدد طلب کی اس وقت بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ نازک موقع پر ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی مدد کرتا تھا۔ یزدگرد کا یہ قاصد جب چین سے واپس ہوا تو ہدایا و تحائف سے لدا پھندا واپس ہوا۔ اور یزدگرد سے کہا کہ بادشاہ چین نے مجھ سے ان لوگوں کے حالات پوچھے جو ہمارے ملک پر قابض ہوگئے ہیں، جب میں نے ان کو تفصیلات بتائیں تو اس نے کہا کہ تم ان کی تعداد کم اور اپنی زیادہ بتاتے ہو، اتنی کم تعداد اتنی زبردست تعداد پر تو اسی وقت غالب آسکتی ہے جب ان میں خوبیاں ہوں۔ اور تم میں بُرائیاں اور خرابیاں ہوں۔

میں نے عرض کیا۔ آپ مزید کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھیں میں آپ کو بتاؤں گا۔ تب شاہِ چین نے کہا کیا وہ عہد کرنے کے بعد عہد پورا کرتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں، پھر اس نے پوچھا کہ وہ لوگ تم سے لڑنے سے پہلے تم لوگوں سے کیا کہتے ہیں؟ میں نے بتایا کہ وہ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات منظور کرنے کو کہتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ہم ان کے دین کی پیروی کریں۔ اگر ہم اس کو مان لیں تو وہ ہم کو اپنے ہی طریقے پر چلاتے ہیں۔ اور پھر ہمارے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ان کے ہیں، اور ہم پر بھی وہی ذمہ داری ہوگی جو ان پر ہے، دوسری بات یہ کہ جزیہ دیں، یہ بھی منظور نہ ہو تو پھر جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔

اس کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ اپنے سرداروں کی اطاعت کے معاملے میں وہ کیسے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ کوئی قوم اپنے ہادی و رہبر کی اطاعت کی جو بہتر سے بہتر مثال پیش کرسکتی ہے۔ وہ اس طرح اپنے امیر کی اطاعت کرتے ہیں، پھر بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام؟

قاصد نے کہا کہ میں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ وہ لوگ خبیث و فحش چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، گمراہی کی ہر بات کو اور ہر قسم کے شر اور ناپسندیدہ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، یہ سن کر بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ لوگ کسی چیز کو حرام قرار دینے کے بعد پھر اس کو حلال کرتے ہیں یا حلال کی ہوئی چیز کو بعد میں حرام سمجھتے ہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں، بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کی شریعت محکم و پائندہ ہے۔ خدا ان کی شریعت کا محافظ و نگہبان ہے۔ وہ زمین و آسمان سے بھی زیادہ قائم و ثابت رہنے والی چیز ہے۔ ان کا یہ اصول ہے کہ خدا کی نافرمانی کرکے کسی مخلوق کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنا حرام و ناجائز ہے۔

یہ ساری تفصیلات سننے کے بعد بادشاہِ چین نے کہا کہ یہ لوگ کبھی مٹ نہیں سکتے اِلّا یہ کہ وہ حرام کو حلال سمجھنے لگیں۔ اور ان کے نزدیک بھی ناخوب خوب بن جائے اور بھلی دنیک بات کو پست و گھٹیا تصور کرنے لگیں۔ اس کے بعد شاہِ چین نے فارس کے قاصد سے عربوں کے لباس کے متعلق پوچھا تو اس نے اس کو بتایا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ سب سے اچھا لباس تقویٰ و خوفِ خدا ہے۔

ولباس التقوی ذلک خیر (اعراف: ۲۶)
تقویٰ کا لباس سب سے اچھا لباس ہے۔

پھر اس نے کہا کہ ان کی سواریاں کیسی ہوتی ہیں؟ قاصد نے جواب دیا۔ عقل و مشورہ، ان کا مشہور جملہ ہے کہ جس کو اپنی رائے اور سوجھ بوجھ پر ناز ہوا وہ مارا گیا۔ اور جس نے اپنی عقل کے زعم میں دوسروں سے بے نیازی برتی وہ غلطی سے محفوظ نہیں۔ بادشاہ نے پھر سوال کیا، تمہیں ان کے آپس کے معاملات و رہن و سہن کے متعلق کیا معلومات ہیں۔؟ قاصد کہتا ہے کہ میں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ ان کے رسولؐ نے انھیں جو تعلیمات و ہدایات دی ہیں وہ اس کے پابند ہوتے ہیں وہ یہ کہ ان میں سے اگر کوئی شخص کسی سے خفا و ناراض ہو تو اس ناراضگی کے سبب اس پر ظلم نہ کرے، وہ اگر کسی کا دوست ہو تو محبت کے سبب کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو، ثبوت ملے یا نہ ملے حق کو تسلیم کرے۔ کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس میں لالچ کا شائبہ نہ ہو۔ جب شاہِ چین نے عربوں کے متعلق یہ مکمل و مفصل معلومات حاصل کرلیں تو یزدگرد کو حسب ذیل مضمون کا خط لکھا۔

"اگر میں چاہوں تو تمہاری مدد کے لئے ایسا زبردست لشکر بھیجوں جس کا ایک سرا تمہارے ملک "مرو" میں ہو اور دوسرا سرا چین میں مگر آپ کے قاصد نے مسلمانوں کے جو حالات بیان کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے پہاڑ بھی ہیچ ہیں اگر انھیں راستہ مل جائے تو ان ادھاق کے ہوتے ہوئے جو آپ کے قاصد نے بیان کئے ہیں، یہ لوگ ہمارا بھی تخت و تاج چین لیں گے۔ یہ صورت حال

شکر بھیجنے سے مانع ہے آپ ان سے صلح کرلیں، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

یہ اس قوم کی سنہری داستان ہے جو ایمان لانے کے بعد خدا ہی سے مدد کی طالب رہی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہی قوم جس نے اسلام کی صداقت و حقانیت کا تجربہ کیا ہے۔ اس کی سچائی سے اچھی طرح واقف ہے خود اس کے دشمنوں نے ان اوصاف و کمالات کی شہادت دی ہے جن کے سامنے عقل و خرد حیران اور افکار و نظریات ششدر رہ جاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے شجر و حجر شاہد ہیں۔ چین سے لے کر حدود سمندر سے ملنے والے ہر خطۂ زمین کے ساحل پر پھیلی ہوئی ان کی یادگاریں شاہد ہیں کہ جب تک یہ امت اپنے دین پر قائم رہی، روئے زمین کی بہترین امت تھی، جو ہدایت انسانی کے لئے وجود میں لائی گئی تھی، اس امت کا ہر ہر فرد فرشتہ صفت انسان تھا۔ وہ یہ سب کچھ اس لئے تھے کہ انھوں نے اپنے رب کو پہچانا ہر چھوٹی بڑی چیز میں اس کے دین پر عمل کیا، انھوں نے کتاب و سنت سے انحراف کو بدترین گناہ تصور کیا اور دل میں یہ یقین جمالیا کہ احکام خداوندی سے روگردانی ہی مصائب و آلام کا سبب ہے، اور جو خدا اور رسول سے روگردانی کرتا ہے، خدا و رسول کا اس سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ اس انحراف و روگردانی کے بعد کوئی کامیاب و باعزت ہونا ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِنْ بَعْدِہٖ۔ (آل عمران: ۱۶۰)

ترجمہ:۔ اگر خدا تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ (سورۂ مجادلہ ۲۰)

ترجمہ:۔ جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔

خدا کے دین سے دوری اور اس کی تعلیمات چھوڑنے کی وجہ سے آج ہم لوگ اذلین ہی میں سے ہوگئے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب لوگوں نے ان قدروں سے بے التفاتی برتی اور خدا کی تعلیمات پر عمل کرنے میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ کیا تو زوال و پستی کا شکار ہوئے۔ ہماری حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ذلت و کمزوری، اختلاف و انتشاری ہماری علامت و پہچان بن گئی۔

حال یا ماضی میں ہمارے جو تجربات ہوئے ہیں۔ انھوں نے دو باتیں ثابت کردی ہیں ان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ہمارے آباء و اجداد نے جب دین کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ تھاما تو ایک زبردست تہذیب کو وجود بخشا اور بے مثال تمدّن پیش کیا۔ اور آج تک دنیا انہیں کے خوان نعمت سے خوشہ چینی کر رہی ہے۔

عالمی رابطۂ ادب اسلامی لکھنؤ کی دو نئی پیشکش

اشہبِ قلم سے اٹھتا ہوا غبار
ہے زباں جس کی ابرِ گوہر بار

غبارِ کارواں

("کاروانِ ادب" کے فکر انگیز اداریوں اور رشحاتِ قلم کا مجموعہ)
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
قیمت ستر روپے

تنقیدی بصیرت کی آئینہ دار اور ادبی ذوق کے لئے رہنما کتاب

مطالعۂ شعر و ادب

پروفیسر محسن عثمانی ندوی
قیمت ستر روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

امین الدین شجاع الدین

آزمائش کی گھڑی میں ہم کیا کریں؟

ملت کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً آزمائشوں سے گزرتی رہی ہے اسی لئے اقبال نے کہا تھا کہ ع "لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا"۔ ملت کو ایک بار پھر آزمائش کی گھڑی درپیش ہے، اس صورت حال کو ذہن میں رکھتے ہوئے سپرد قلم کی گئیں درج ذیل دو تحریریں نذر قارئین ہیں۔

① ایک صاحبِ دل طبیب کا نسخہ

جب ہندوستان تقسیم ہوا تو چرخِ کہن نے دیکھا کہ مسلمان کا خون ارزاں ہوگیا ہے نہ اس کی دولت محفوظ ہے نہ عزت، اس کے لئے سر اٹھا کر جینا محال اور دوبھر ہے گویا سماج پر ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہے..... انہیں دنوں کا واقعہ ہے کہ لکھنؤ سے علی گڑھ جانے والی ٹرین کے ڈبے میں ایک برقعہ پوش خاتون داخل ہوئی، ٹرین چلی اور ڈبے میں سوار مسافروں (بلکہ جنہیں "شر پسندوں" کہنا بیجا نہ ہوگا) کی نگاہ خاتون پر جو پڑی تو ان سب کی زبانیں بھی چلنے لگیں اور جملے کسے جانے لگے۔ اسی ڈبے میں ایک طرف ایک صاحب اور بیٹھے تھے..... چہرے پر داڑھی اور وضع قطع اسلامی ..... صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ سچے اور پکے مسلمان ہیں..... فضا مسموم تھی، ذہن مسموم تھے اس لئے زبانیں بھی زہر اگلنے لگی تھیں..... ان مسافر شر پسندوں میں سے کسی نے جملہ کسا..... "سفر اچھا کٹ جائے گا، برقع والی ناچے گی اور داڑھی والا گائے گا"..... یہ سن کر سب کھلکھلا پڑے، ہنسی ٹھٹھا اور تمسخر کے ساتھ ان میں سے ایک شر پسند منچلے نے اسلامی وضع قطع رکھنے والے صاحب سے مخاطب ہوکر کہا "..... کیوں میاں جی! گانا گانا جانتے ہو؟" ذرا تصور کیجئے کہ ان جملوں کا نشانہ بننے والے پر کیا بیت رہی ہوگی..... اور اس وقت کیا نقشہ ہوگا ..... بظاہر جو تصویر بنتی ہے وہ یہی نا کہ گویا ایک طرف ظلم و آوارگی ہو اور دوسری طرف بے بسی اور بیچارگی!! لیکن نہیں ..... ان "میاں جی" کی کیفیت ہی کچھ اور تھی..... انھوں نے بڑی متانت کے ساتھ جواب دیا ..... "..... ہاں! گانا جانتا تو ہوں لیکن تم لوگ میرا گانا سُن نہیں سکو گے....." "میاں جی" کا انداز گفتگو بتا رہا تھا کہ کہنے والے کو اس بات پر کمال درجے کا یقین حاصل ہے کہ سب کچھ اللہ کے بس میں ہے چنانچہ کیسا خوف اور کیسا ڈر!!..... فقروں کا سلسلہ جاری تھا کسی نے کہا "..... ارے سناؤ تو جانیں....." "میاں جی" کو جلال آہی گیا اور انھوں نے "گانا" شروع کیا..... لیکن ذرا ٹھہریئے، یہ بھی سنئے کہ وہ گانا کیا تھا..... وہ گانا نہیں ضرب تھی اور ضرب بھی روایتی نہیں..... مردِ مومن کی ضرب!! انھوں نے ضرب لگانا شروع کی..... لاحول ولاقوۃ الا باللہ ..... لاحول ولاقوۃ الا باللہ..... لاحول ولاقوۃ الا باللہ!! آن کی آن میں ڈبہ میں سناٹا چھا گیا۔ قوت و تاثیر کا یہ عالم تھا کہ چند لمحوں میں پہلے جہاں تمسخر اور ہنسی ٹھٹھا۔ ہو رہا تھا، وہاں اب ہُو کا عالم طاری تھا اور اس ہیبت ناک خاموشی میں بس ایک ہی صدا، خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کے نام کی صدا گونج رہی تھی..... "میاں جی" نے ساز چھیڑ دیا تھا، یہ ساز کیا تھا، محسوس ہوتا تھا کہ دل کی انگیٹھی سے شعلے لپک رہے ہوں، جو خس و خاشاک کو جلا کر خاکستر کر رہے ہوں اور "غارت گر باطل" کا سماں پیش کر رہے ہوں..... ڈبہ کے مسافروں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا اور سب سکتے میں آگئے تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے..... دلوں پر ہیبت طاری ہونے کی بات ان کے کانوں نے شاید سن رکھی ہو لیکن آج اس کا نہ صرف مشاہدہ ہو رہا تھا بلکہ خود ان پر "بیت" بھی رہی تھی۔

اسی ڈبہ میں ایک پنڈت جی بھی سفر کر رہے تھے لیکن وہ اوپر کی سیٹ پر لیٹے ہوئے تھے..... انھوں نے جب "میاں جی" کا یہ جلال اور کمال دیکھا تو نیچے اتر آئے اور بڑے ادب سے التجا کی کہ میاں جی!! اب بس کیجئے..... یہ سب نادان لوگ ہیں..... تعصب اور نفرت کی آندھی نے انھیں اندھا

بنادیا ہے..... پھر پنڈت جی اس ڈبہ میں سوار مسافروں سے مخاطب ہوئے اور انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ سن لیا تم نے گانا!..... اب کیوں تمہاری زبانیں گنگ ہوگئیں اور کیوں تمہارے چہرے فق پڑ گئے؟.....

کون تھے یہ "میاں جی"!..... یہ تھے انہونہ کے حکیم افہام اللہ صاحب مرحوم، طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی کے سابق صدر شعبہ اور دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے رکن.....

آج بھی مسلمان ابتلا و آزمائش سے گزر رہے ہیں اور انھیں تعصب و تنگ نظری کا سامنا ہے، ان حالات میں ان کے لئے اس واقعہ میں بڑا سبق ہے..... دلوں سے دشمنوں کے خوف کو نکالنے کا ایک ہی نسخہ ہے، آزمودہ نسخہ! کہ دل میں بس خدائے واحد کا خوف پیدا ہوجائے..... ہمارا اصل مرض یہ ہے کہ رب ذوالجلال والاکرام کا خوف دلوں سے نکل گیا ہے اور نتیجہ میں ہر کس و ناکس کا خوف دل میں سما گیا ہے۔

صاحب دل طبیب و حکیم افہام اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے اس آزمودہ نسخہ کو (جو اندرون کو بنانے اور دل میں خوفِ خدا کو اتارنے کا نسخہ ہے) اپنا کر ملت آج بھی اپنا علاج کرسکتی ہے اور اپنے درد کا درماں ڈھونڈھ سکتی ہے۔☆☆

۲ یہ "بے بسی" تو اپنے بس میں ہے

خستگی نے کردیا اس کو رگ جاں سے قریب
جستجو ظالم کہے جاتی تھی منزل دور ہے

اصغر نے چاہے جس پس منظر میں یہ شعر کہا ہو لیکن اس شعر کی روشنی میں ایک شخص ملی مسائل پر غور کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ جیسے اصغر نے گتھی سلجھادی ہو اور الجھی ہوئی ڈور کا سرا مل گیا ہو —— وہ سرا کیا ہے؟ اصغر کی زبان میں وہ سرا "خستگی" ہے —— اور "خستگی کیا ہے؟ —— خستگی یہ ہے کہ انسان مسئلہ کے حل کے لئے اپنے بس میں جو کچھ ہے اسے ضرور کرے لیکن ان سب کے باوجود اپنے رب کے حضور پوری اخلاص مندی کے ساتھ خود کو عاجز و بے بس جانے اور مانے اور مثبت اور بہتر نتائج کے لئے اپنے رب سے امید رکھے اور بس اسی سے لو لگائے۔

اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ جیسے ایک ننھے اور معصوم بچے کی ماں ذرا دور بیٹھی ہو، وہ بچہ ابھی چل نہ پاتا ہو لیکن پاؤں پاؤں چلنے کی کوشش کرنے کے مرحلے میں ہو۔ چنانچہ وہ کچھ دیر پاؤں پاؤں چلتا ہوا آگے بڑھتا ہو لیکن پھر لڑکھڑا کر گر پڑتا ہو، پھر اٹھتا ہو اور دوبارہ چلنے کی کوشش کرتا ہو مگر اس بار بھی گر جاتا ہو —— آخر وہ عاجز ہوکر رونے لگتا ہو —— اس کی بے بسی سے اس کی ماں بے قرار ہوجاتی ہو، اسے اس پر پیار آجاتا ہو اور وہ آگے بڑھ کر اسے اپنے گود میں اٹھالیتی ہو——

ملت کے مسائل اور ان کے حل کے لئے کی جانے والی کوششوں کا جائزہ بتاتا ہے کہ اس ملت نے بھی پاؤں پاؤں چلنے والے بچہ کی مانند چلنے کی کوشش کی، آگے بڑھنے کی کوشش کی، وہ راہ میں لڑکھڑائی بھی، گری بھی، —— مگر بس جو فرق اس بچہ اور اس ملت میں باقی رہ گیا، وہ یہ ہے کہ اُس معصوم بچہ کی مانند یہ مظلوم ملت اپنے رب کے حضور روئی نہیں، گڑگڑائی نہیں —— اگر ملت نے رویا اور گڑگڑایا ہوتا تو مسجدوں نے اس کی گواہی دی ہوتی لیکن افسوس کہ آج بھی وہ نمازیوں کے نہ ہونے پر مرثیہ خواں ہیں!!

کوشش کرنا گویا بیج ڈالنا ہے اور اپنی بے بسی کے اظہار کے ساتھ خدا کے حضور آنسو بہانا اس بیج کو سینچنے کے مترادف ہے —— جن شخصیتوں اور جن تحریکوں نے اس حکمت کو اپنایا گویا انھوں نے کامیابی کا راز پالیا —— ان کی جانب سے کوششیں ہوئیں اور بساط سے زیادہ ہوئیں لیکن انھوں نے اپنی ان کوششوں کو چھلکے کی حیثیت دی اور دعاؤں کو مغز جانا اور مانا —— دنیا نے دیکھا کہ ایسی تحریکیں اپنے مقاصد کے لحاظ سے اور نتائج کے اعتبار سے کامیاب اور بارآور رہیں —— مسئلہ انفرادی نوعیت کا ہو یا اجتماعی نوعیت کا، اس کے حل کا راستہ یہی ہے کہ میدان عمل میں جستجو اور کوشش میں کوتاہی نہ کی جائے لیکن اسی کے ساتھ اپنے پاک پروردگار کے حضور اپنی خستگی و بے بسی کا اقرار و اعتراف بھی ضرور کیا جائے —— کون ہے جس کے بس میں یہ "بے بسی" نہ ہو —— جس دن "جستجو" کے ساتھ "خستگی" کی اس روش کو ملت اپنالے گی انشاء اللہ اس دن منزل اسے سامنے کھڑی مسکراتی دکھائی دے گی!!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کا

نوعِ انسانی کے نام محبت بھرا دل آویز پیغام

● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت بیسویں صدی کی عہد آفریں، تاریخ ساز شخصیت تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کو جن صفاتِ عالیہ اور فضائلِ حمیدہ کے ساتھ ملّی درد و کرب عطا فرمایا تھا وہ مجددین اسلام کا حصہ رہا ہے۔ حضرتؒ کی زندگی میں علمی آفاقیت، فکری گیرائی و گہرائی اور وسعتِ نظری کے ساتھ اعتدال و توازن بے مثال تھا۔ وہ ایک علمی خانوادے کے فرد تھے قلم و قرطاس اور مسندِ درس و ارشاد کا میدان ان کے لئے کافی تھا لیکن آپ کے لئے فیصلۂ خداوندی اس کے علاوہ بھی تھا۔ وہ یقیناً درس و ارشاد کے بحر بیکراں کے مایہ ناز شناور تھے لیکن ملّی حمیت و غیرت نے انھیں سراپا اضطراب بنادیا تھا۔ چنانچہ یہی وہ سوز تھا جو خونِ جگر کو نچوڑ کر فکر کو مہمیز دیتا اور علمی اور عملی رہنمائی کے میدان میں نقشِ تمام اور حسن دوام کے بیل بوٹے لہلہا اٹھتے تھے، پیرانہ سالی ضعف و نقاہت کے زمانہ میں بھی ملّی درد و غم کو محسوس کرتے اور اس کے ازالے کی کوشش فرماتے۔ امت اسلامیہ کو باوقار زندگی دلانے اور شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کی فکر اور اس کے لئے انتھک کوشش صرف وقتی یا عارضی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اس کو اپنے اوپر طاری فرمالیا تھا کبھی کبھی بڑے درد کے ساتھ یہ شعر پڑھتے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

اور بارہا یہ شعر بھی وردِ زبان رہتا ؎

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
عشق ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

ملت کی ناخدائی کے لئے اللہ عزوجل نے وہ فکر رسا اور قلب مجلّیٰ عطا فرمایا تھا جو محض توفیق الٰہی سے برگزیدہ بندوں ہی کو ملا کرتا ہے ؎

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

موجودہ دور کی خرابیاں آپ کے سامنے تھیں معاشرہ کی گرتی ہوئی قدریں ہر صاحبِ فکر کو مضطرب و بے قرار کئے ہوئے تھیں، انسانیت دم توڑ رہی تھی، وفاؤں کا خون ہو رہا تھا۔ جفائیں برسرِ پیکار، ظلم و تعدّی عصیان و تمرد کی گرم بازاری تھی۔ مظلوموں کی آہیں اور کراہیں، تخت و تاج اور نخوت و پندار کے شیدائیوں کے دہلیز تک نہ پہونچتی تھیں لہٰذا ضرورت تھی کہ ایک مردِ مومن سامنے آئے اور اس کا مداوا کرے۔ عملی اقدام کے ذریعے آنے والوں کے لئے ایسی کہر آلود فضا میں کام کرنے کا حوصلہ دے جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کو اس کی توفیق ارزانی فرمائی۔ اور آپ نے سماج کی ڈوبتی ہوئی نبض کو زندگی کی حرارت عطا کرنے کے لئے جدوجہد شروع کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "نہ صرف ہندوستان بلکہ اس موجودہ دور اور عالم انسانی کی ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ اغراض و تعصبات قوم پرستی اور سیاسی مقاصد سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہوکر عام انسانوں کے سامنے وہ حقیقتیں رکھی جائیں جن پر انسانیت کی نجات اور سلامتی موقوف ہے اور جن کو نظر انداز کرکے ہمارا یہ پورا تمدن اور پوری انسانی سوسائٹی اس وقت سخت خطرہ سے دوچار ہے اور موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار ہے۔

یہ حقیقتیں اپنے اپنے زمانے میں پیغمبروں نے بیان کی تھیں اور ان کے لئے سخت جدوجہد کی تھی۔ یہ حقیقتیں اب بھی زندہ ہیں لیکن سیاسی تحریکوں، مادی تنظیموں اور قومی خود غرضیوں نے گرد و غبار کا ایک ایسا طوفان کھڑا کردیا ہے، کہ یہ روشن حقیقتیں ان کے اوٹ میں اوجھل ہوگئی ہیں لیکن انسانی ضمیر ابھی مردہ اور انسانی ذہن ابھی مفلوج و معطل نہیں ہوا ہے، اگر پوری بے غرضی اور پورے خلوص اور یقین کے ساتھ ان حقیقتوں کو عام فہم زبان اور دلنشیں انداز میں بیان کیا جائے تو یہ انسانی ضمیر اور ذہن اپنا کام کرنے لگتا ہے اور بڑی گرمجوشی سے ان حقیقتوں کا استقبال کرتا ہے۔ اور بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تقریروں میں اس کے دل کی ترجمانی اور اس کے درد کا مداوا ہے" (مقام انسانیت از مقدمہ)

جب کسی قومی افتاد ملکی حوادث۔ اضطراب انگیزیوں کی وجہ سے ملکی فضا زہر آلود اور قہر ساماں بن جاتی ہے تو ایسے وقت میں اہل دانش کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ سامنے آئیں اور بلکتی سسکتی ہوئی انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھیں لیکن آج ہمارے

ملک بلکہ عالمی طور پر یہ بات محسوس کی جاتی ہے کہ اہل دانش کا طبقہ ایسے وقت بجرمانہ غفلت کا شکار نظر آتا ہے بلکہ اس کی چشم پوشی اکثر اجرائم کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اس طبقہ کو مخاطب کرتے ہوئے جون پور کے ٹاؤن ہال میں ۲۱ فروری ۱۹۵۵ء کو آپ نے فرمایا۔

"آج کالجوں، تحقیقاتی اداروں، تجربہ گاہوں تفریحی مراکز میں انسانی زندگی کی ہر حقیقی اور فرضی ضرورت کا انتظام کیا جارہا ہے، مگر ان آدمیوں کے بنانے کا کوئی انتظام نہیں سوچا جارہا ہے، جن کے لئے یہ سب انتظامات ہیں، کیا یہ سب تیاریاں ان انسانوں کے لئے ہیں جو سانپ، بچھو بن کر زندگی گذاریں گے جن کا مقصد زندگی بوالہوسی اور عیش پرستی کے سوا کچھ نہیں۔ اس دور کے انسان نے ظلم اور جرم کو منظم کیا ہے۔ اور اس بارے میں وہ جانور سے بازی لے گیا، کیا کبھی سانپوں اور بچھوؤں اور جنگل کے شیروں اور بھیڑیوں نے انسانوں پر کوئی منظم اور متحد حملہ کیا ہے؟ لیکن انسان اپنے جیسے انسانوں کو فنا کرنے کے لئے تنظیمیں اور ادارے قائم کرتا ہے اور پوری پوری دنیا کو تباہ کردینے کی اسکیمیں بناتا ہے۔ اس وقت انسان کی تربیت، سیرت کی تعمیر اور انسانیت کی صفات اور اخلاق پیدا کرنے کی طرف سے مجرمانہ غفلت برتی جارہی ہے۔ یہی کام سب سے غیر اہم سمجھا گیا مشین ڈھالنے کی کتنی فیکٹریاں ہیں۔ کاغذ بنانے کے کتنے کارخانے ہیں، کپڑے بننے کی کتنی ملیں ہیں۔ مگر حقیقی انسان بنانے کا بھی کوئی ادارہ، کوئی تربیت گاہ ہے؟ آپ کہیں گے یہ تعلیم گاہیں، کالج اور یونیورسٹیاں! لیکن بے ادبی معاف وہاں انسانیت کی تعمیر اور فرد کی تکمیل پر کتنی توجہ کی جاتی ہے۔ یورپ اور امریکہ نے کتنے بڑے صرفے اور کتنے بڑے سازوسامان سے ایٹم بم بنایا۔ اگر اس کے بجائے ایک فرد کامل بناتا تو دنیا کے لئے کتنا مبارک ہوتا۔ لیکن اس طرف کسی کا ذہن نہیں جاتا۔

آج یورپ جس کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے اور وہ انسانیت کا لیڈر بنا ہوا ہے اس نے حیوانیت کے درجہ سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا۔ اس نے انسان کا جامہ اتار تصور پیش کیا، وہ کہتا ہے کہ انسان روپیہ ڈھالنے کی مشین اور ایک کامیاب مکسال ہے، البتہ اس کے اندر خواہشات ہیں۔ لیکن سراسر حیوانی کاش کہ وہ انسان کو صرف ایک مشین ہی رہنے دیتا جس کے اندر اپنی کوئی خواہش اور ارادہ نہیں، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ وہ مشین بھی ہے اور خود غرض بھی اور مردم آزار بھی۔ اس مشینی دور میں لطیف انسانی جذبات واحساسات، انسان سے ہمدردی دل کا گداز ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ اس مکسال میں کہیں خدا کا نام نہیں۔ اس کی سچی دل سوزی نہیں، نہ آنکھوں میں نمی ہے نہ دل میں گرمی، نہ انسانیت کی لطافت ہے نہ قلب و روح کی حرارت، حالانکہ جس دل میں محبت اور معرفت نہیں وہ انسان کا دل نہیں پتھر کی سِل ہے۔ جس آنکھ میں کبھی آنسو نہ آئے وہ انسان کی آنکھ نہیں نرگس کی آنکھ ہے۔"

دل کی سچی پیاس :-

پہلے ہر گاؤں ہر قصبے میں اللہ کے ایسے بندے ہوتے تھے جن سے دل کی پیاس بجھتی تھی جس طرح زبان کی ایک پیاس ہوتی ہے، اس طرح دل کی بھی پیاس ہوتی ہے۔ زبان کی پیاس پانی، شربت، سوڈے، لیمن سے بجھتی ہے، دل کی پیاس سچی اور پاک محبت کی باتوں اور محبوب حقیقی کے تذکرے سے بجھتی ہے، وہ روپیہ دولت اور نفس کی خواہشات کے ذکر سے بھڑکتی ہے آج ہر چیز کی دکانیں ہیں منڈیاں ہیں بازار ہیں لیکن دل کا، دوا اور روح کی غذا نایاب ہوتی جارہی ہے اور رکھنے والے عرصہ سے کہہ رہے ہیں ؎

وہ جو بیچتے تھے متاعِ دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

آج نہ گھروں میں اللہ کا ذکر ہے نہ ریلوں میں حتیٰ کہ مسجدوں میں بھی اس کا ذکر نکر کم سے کم ہوتا جارہا ہے آج ہر جگہ ہوا و ہوس اور ناؤ نوش کا شور برپا ہے رہی سہی کمی یہ سنیما پوری کردیتے ہیں جو حیوانی جذبات بھڑکانے کا خاص کام کرتے ہیں۔ روح بے قرار ہے اللہ کا بندہ کہاں جائے؟ اگر صرف پیسہ ہی کمانا انسان کا کام ہے اور پیٹ بھر لینا ہی اس کا فرض تھا تو یہ دل انسان کو کیوں دیا گیا، دماغ کیوں عطا کیا گیا، ایسی بلند پرواز روح کیوں بخشی گئی اور ایسی گوناگوں عجیب و غریب صلاحیتیں کیوں ودیعت کی گئیں؟

خود کرنے کا کام :-

دوستو! اس وقت ایمان واخلاق اور انسانیت کا مسئلہ نہ حکومتوں پر چھوڑا جاسکتا ہے نہ اداروں اور تعلیم گاہوں پر، یہ بڑا وسیع اور عالمگیر مسئلہ ہے اس کے لئے ہم سب کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے، یاد رکھئے! جس کام کو افراد اور عوام کرنے کو تیار نہ ہوں اور جس کی اہمیت کا احساس جمہور اور عوام کو نہ ہو وہ کام جتنا بھی آسان ہو عمل میں نہیں آسکتا۔ اور بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کو انجام نہیں دے سکتی۔ اس کے لئے عمومی اور عوامی کوشش کی ضرورت ہے پیغمبروں نے اپنی ذات اور عام افراد کی کوشش سے دنیا میں انقلاب برپا کردیا۔ ہم کو آپ کو ان کے نقش قدم پر چل کر اس کی کوشش کرنی چاہیئے، خود اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور عام

اصلاح کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اس کی کوشش کی جائے کہ انسان اس دنیا کو مقدس وقف اور اپنے کو ایک ذمہ دار متولی سمجھنے لگے وہ اپنے کو اس دنیا میں خدا کی نیابت وخلافت کا اہل ثابت کرے اور اخلاق خداوندی کے ساتھ خدا کی مخلوق کے ساتھ برتاؤ کرے یہی اصلاح کا طریقہ ہے (مقام انسانیت ص۲۸ تا ص۳۲)

اسی اصلاح کو عام کرنے کے لئے آپ نے علماء ودانشوروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"آپ اس ملک کی فکر کریں، معاشرہ کی اصلاح کی فکر کریں اس وقت مسلم معاشرہ ہر ایک میں مرض کی ایسی حالت میں پہونچ گیا ہے کہ اس کی جلد خبر لینے کی ضرورت ہے معاشرہ کا عیب یہ نہیں ہے کہ وہ فاسد الاخلاق ہوگیا ہے، خطرہ کی بات یہ ہے کہ معاشرہ فاسد المزاج ہوگیا ہے اور کسی معاشرہ کا فاسد الاخلاق ہونا اتنا خطرناک نہیں ہے اس کے لئے تو تدبیریں ہیں لیکن معاشرہ جب فاسد المزاج ہوجائے تو پھر دوا بھی اثر نہیں کرتی۔ اس وقت اس معاشرہ کی خبر لینے کی ضرورت ہے (تعمیر حیات ۲۵ر فروری ۱۹۹۸ء ص۲)

۶، ۷ر جون ۱۹۹۸ء کو پونا میں رابطہ ادب اسلامی کا سیمینار ہوا اس موقع پر ایک مخصوص نشست دانشوران ملت اور برادران وطن کی بھی رکھی گئی تھی حضرتؒ نے اس مجمع کو خطاب کرتے ہوئے ملک کی گرتی ہوئی ساکھ اور معاشرہ کی بگڑتی ہوئی صورتحال پر اپنے سوز دروں کو ان الفاظ میں پیش فرمایا

انسانیت کی بقاء وتحفظ کی فکر

"میرے بھائیو! ایک باپ کو جتنا غم اپنے بیٹے کی بیماری پر ہوتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اتنا غم اپنے پڑوسی کے بیمار ہوجانے پر، اتنا ہی غم اپنے گاؤں میں بسنے والے کسی بیمار فرد پر، اتنا ہی غم اپنے ملک کے کسی بھائی کے بیمار پڑجانے پر ہونا چاہیئے۔ یاد رکھئے! تاریخ اس بات پر گواہ ہے بلکہ میں بھی تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ جب بھی یہ حسین جذبہ کسی حساس دل کے اندر پیدا ہوا تو اس نے ساری سوسائٹی کو بدل ڈالا۔ ماحول اور معاشرہ میں اصلاح کا زبردست کام کیا۔ اور اپنا نام روشن کیا، گھر اور خاندان کا نام روشن کیا، اپنے ملک کا نام روشن کیا۔ لیکن یاد رکھئے! یہ کام انھیں خوش قسمت افراد کے ہاتھوں انجام پاتا ہے جن کا ذہن ودماغ عصبیت سے خالی ہوتا ہے۔ جو انسانیت کی بقاء وتحفظ کی خاطر جان عزیز کی بازی تک لگادیتے ہیں لیکن انسانیت پر آنچ نہیں آنے دیتے ہیں۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ آج معاملہ خلاف فطرت ہے۔ انسان انسان سے وحشت کھائے، انسان انسان سے ڈرے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، انسان شیروں سے ڈرے۔ انسان پھاڑ کر کھا جانے والے درندوں سے ڈرے، لیکن انسان انسان سے ڈرے؟ یہ بڑے تعجب اور خسارے بلکہ انسانی بقاء وتحفظ کے خلاف بات ہے۔

اس ملک کا امتیاز :

میرے بھائیو! یہی وہ ملک ہے جس کے پریم ومحبت کی داستان سرائی دوسرے ملکوں میں ہوتی تھی بلکہ آج بھی ہوتی ہے۔ میں ایک سیاح کی حیثیت سے بھی یہ کہتا ہوں۔ اور مجھے بار بار یورپ، امریکہ اور دنیا کے مشہور ممالک میں جانے کا اتفاق ہوا ہے اور خود یہ میرا مشاہدہ بھی ہے کہ جب لوگ یہ جان جاتے ہیں کہ یہ ہندوستانی ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے بڑی قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ یہ وہ قوم ہے، اور یہ ایسے ملک کے رہنے والے ہیں جس کے اندر اختلاط کا حسین امتزاج ہے۔

یاد رکھئے اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں آپ سے معذرت چاہتے ہوئے صاف صاف یہ کہتا ہوں اور کہوں گا کہ اس ملک ہندوستان کے لئے بھی خطرہ ہے، یاد رکھئے: تاریخ نے آج تک کسی کو نہیں بخشا آپ رومۃ الکبریٰ کے زوال کی تاریخ پڑھئے۔ ان کے یہاں جب کھانے کے وقت روشنی کی ضرورت پڑتی تو قیدیوں کو دربار میں لاکر جلایا جاتا اور جلنے کی وجہ سے ان کے جسم سے جو روشنی نکلتی اس میں بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتے۔ اپنی اپنی محفلیں سجاتے۔ ان کے بھیڑیوں کو آدمیوں کے ساتھ بھڑا دیا جاتا اور یہ کھڑے تماشہ دیکھتے۔

پرشین : اسی طرح پرشین امپائر کے زوال کی تاریخ پڑھیں یہ دنیا کے مختلف ملکوں کو فتح کرکے ہندوستان کے باڈر تک آپہونچا لیکن اخلاقی نہیں ذہنی ودماغی عصبیت اور دوسروں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنے کے تصور نے اس کے بھی ستارے کو غروب کردیا، بعینہٖ یہی حال آج یورپ اور ان ترقی یافتہ ملکوں کا ہے جس کے یہاں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں، جو کسی حال میں اپنے سے بڑا کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ قریب ہے کہ یہ بھی زوال وانحلال کا شکار ہو۔ بلکہ اس کے آثار بھی نمایاں ہورہے ہیں۔۔۔۔

تبدیلی کے لئے قربانی کی ضرورت ہے

آج دنیا کے اندر بڑی بڑی مشینیں کام کر رہی ہیں لیکن صرف اخوت، بھائی چارگی، مساوات

ہمدردی، انسانیت کے ناطے ایک دوسرے پر مرمٹنے کے حسین جذبے کی ہی مشین اپنا کام نہیں کر رہی ہے۔ آج اگر ساری مادی طاقتوں کے باوجود قوموں اور ملکوں میں اتحاد اور بھائی چارگی نہیں تو یاد رکھئے میں صاف صاف کہتا ہوں یہ ترقیات نہیں بلکہ ترقیات کے پردے میں تنزل وانحطاط ہے، علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم وپیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اسی طرح میں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا ہوں کہ جس محبت ودردوالے لوگ اس ملک ہندوستان میں پیدا ہوئے شاید کسی اور ملک میں پیدا نہ ہوئے ہوں۔ آپ مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی دیکھیں۔ آپ مولانا محمد علی جوہر کی زندگی کا جائزہ لیں اسی طرح گاندھی جی کی خدمات پر غور کریں تو یہ بات آپ کو سمجھ میں آجائے گی کہ کسی ملک کی ترقی کے لئے کن کن عناصر کی ضرورت ہوتی ہے اور کن کن قربانیوں کی ضرورت پڑتی ہے (تعمیر حیات ۱۰ر جولائی ۱۹۹۹ء)

قربانیوں کی نوعیت

ایک موقع پر قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا! ہماری ہر قربانی کے لئے ہماری تاریخ میں ایک امام موجود ہے حضرت امام حسینؓ کی قربانی کی عظمت کو ہمارے اچھے اچھے مؤرخ بعض مرتبہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں کہ وہ نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے بڑے نواسے تھے انصار علی کی تلواریں نیام سے ابھی باہر تھیں۔ اس وقت جو شخص بھی صورتحال کا جائزہ لیتا وہ یہ پیشین گوئی کرسکتا تھا کہ ابھی بڑی فوجی طاقت حضرت حسنؓ کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کی جذباتی وابستگی بھی ان کے ساتھ ہے ان کے ساتھ شرعی دلائل تھے وہ نواسۂ رسول تھے، خلیفہ راشد تھے ان کے ہاتھ پر بیعت ہوچکی تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ کشمکش بے نتیجہ ثابت ہوئی، اور میرے جلیل القدر والد کی توانائیوں کا بڑا حصہ اس میں صرف ہوگیا۔ ان کا یہ اجتہاد تھا کہ انھوں نے خلافت سے کنارہ کشی اختیار کی۔

ایک قربانی وہ ہے جو ان کے بعد ان کے عظیم المرتبت بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے مقابلہ میں دی ایک اجتہاد ان کا تھا میں ان دونوں اجتہادوں کو صحیح سمجھتا ہوں یہ موقع نہیں کہ تاریخی اسباب بیان کروں۔ لیکن میرے نزدیک حالات کے بدلنے کے ساتھ احکام بدلتے ہیں، ان حالات کے مطابق حضرت حسنؓ کا فیصلہ صحیح تھا۔ اور ان حالات کے مطابق حضرت حسینؓ کا فیصلہ صحیح تھا۔ اور دونوں نے عالی ہمتی سے کام لیا اور کسی نے کمزوری نہیں دکھائی۔ میں ایک منٹ کے لئے ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ حضرت حسنؓ نے کسی کمزوری کی بنا پر یا کسی بیرونی دباؤ کی بنا پر یہ فیصلہ کیا بلکہ یہ تو وہ فیصلہ تھا جس کی پیشین گوئی زبان نبوت نے کی تھی ؎

"ان ابنی ھٰذا سید ولعل اللہ
ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین

میرا بیٹا یقیناً قوم کا سردار ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعہ دو مسلم متحارب گروہوں کے مابین مصالحت کروائیں گے۔ (بخاری شریف)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں وہ جب مدینہ کے گورنر تھے۔ اور حکمراں خاندان کے ایک فرد، تو وہ اپنے اعلیٰ مذاق تعلیقی ونفاست پسندی کے لئے ضرب المثل کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا فیشن نوجوانوں میں نہ صرف قابل تقلید تھا۔ بلکہ منتہی کمال سمجھا جاتا تھا۔ ان کی چال ڈھال کی نقل کی جاتی تھی۔ اور المشیتہ العمریۃ کے نام سے اس زمانے کی سوسائٹی میں زبان زد خلائق تھی ------، بیش قیمت کپڑا بازار سے خرید کر آتا تو ان کی نظر میں نہ جچتا تھا۔

لیکن جب خلافت کا بار ان کے کاندھوں پر پڑا تو ان کی زندگی یکسر تبدیل ہوگئی انھوں نے اپنی اور اپنے قریب ترین اعزہ کی جاگیریں بیت المال کو واپس کردیں۔ ایک مرتبہ سستا سے سستا کپڑا ان کی پوشاک کے لئے خرید کر لایا گیا تو یہ کہہ کر واپس کردیا کہ یہ قیمتی ہے۔ ان کے خادم کی آنکھوں میں پرانا زمانہ یاد کر کے آنسو آگئے کہ بازار کے قیمتی کپڑوں کو انھوں نے یہ کہہ کر واپس کردیا تھا کہ معمولی ہیں کھانے پینے اور گھر کی چیزوں کا معیار اتنا گرادیا کہ بوریا نشین زاہد بھی اس سے نیچے شاید نہ اتر سکیں۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ سرکاری شمع جل رہی ہے اور وہ حکومت کا کام کر رہے ہیں کہ ایک دوست باہر سے آتے ہیں وہ ان سے ان کے علاقے کے مسلمانوں کے حالات دریافت کرتے ہیں جوں ہی وہ ان کے بچوں کی خیریت اور گھر والوں کی خیریت پوچھنے لگتے ہیں تو وہ پھونک مار کر شمع گل کردیتے ہیں اور ذاتی شمع منگواتے ہیں کہ سرکاری شمع اور تیل اس لئے نہیں ہے کہ ذاتی سوالات اور خانگی

(باقی صـ۲۳ پر)

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:۔ بلاوضو قرآن مجید کا لکھنا کیسا ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں اگر کاغذ ہاتھ میں لے کر لکھتا ہے تو ناجائز ہے۔ اگر کاغذ کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ کاغذ کسی چیز پر رکھا ہو اور اس پر صرف قلم چلتا ہے تو مکروہ ہے۔

س:۔ احادیث کی کتابیں بلاوضو پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ گنجائش ہے مگر باوضو پڑھنا مستحب ہے۔

س:۔ جن خطوط پر احادیث نبوی یا قرآنی آیات کے مطالب ومعانی لکھے ہوں ان کو کیا کریں؟

ج:۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد انھیں دفن کردیں یا کسی وزنی چیز میں باندھ کر ندی میں بہادیں۔

س:۔ ایک شخص کے ذمہ بہت سے سجدۂ تلاوت باقی رہ گئے ہیں ان کو کس طرح ادا کریں؟

ج:۔ اگر کسی کے ذمہ بہت سے سجدے ہوں تو وہ بلاتعیین سجدے کرتا رہے یہاں تک کہ ظن غالب ہوجائے کہ اب اس کے ذمہ کوئی سجدہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔

س:۔ قرآن پاک کی قسم کھانا کیسا ہے؟

ج:۔ قرآن پاک کی قسم نہیں کھانا چاہیئے لیکن اگر کھالے گا تو منعقد ہوجائے گی اور اس پر قسم کے احکام مرتب ہوں گے۔

س:۔ وہ نابالغ بچے جو پیشاب کرکے پانی استعمال نہیں کرتے انھیں قرآن شریف پڑھنے کے لئے دینا کیسا ہے؟

ج:۔ گنجائش ہے مگر ان کو طہارت کی ہدایت کی جائے اور عادی بنایا جائے۔

س:۔ کسی شخص نے چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ اب کیا کرے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں اٹھ کر اسی نماز کو پورا کرے اور سجدہ سہو کرلے۔

س:۔ بدن کے جن حصوں کا نماز میں چھپانا فرض ہے ان میں سے کسی کا چوتھائی حصہ اتنی دیر تک کھلا رہے جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکے تو کیا نماز درست ہوجائے گی؟

ج:۔ بدن کے جن حصوں کا نماز میں چھپانا فرض ہے ان میں سے کسی کا چوتھائی حصہ اتنی دیر تک کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہا جاسکے یا اسی حال میں ایک رکن ادا کرلیا جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

س:۔ ایک شخص عصر کی نماز پڑھ رہا تھا ابھی ایک رکعت پوری کی تھی کہ سورج غروب ہوگیا تو اب کیا کرے؟

ج:۔ نماز عصر پوری کرے اس کی نماز ہوگئی اب لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

س:۔ اگر کتا کسی انسان کے کسی عضو یا اس کے کپڑے کو پکڑلے تو کیا وہ نجس ہوجاتا ہے؟

ج:۔ اس وقت تک نجس نہیں ہوتا ہے جب تک کہ لعاب کی تری ظاہر نہ ہوجائے۔

س:۔ قبل ازوقت اذان دینا درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ نماز کا وقت ہونے سے پہلے اذان دینا درست نہیں ہے۔ اگر قبل ازوقت اذان دی جائے تو اسے وقت آنے کے بعد دوہرانا واجب ہے۔

(بقیہ) نوعِ انسانی کے نام دل آویز پیغام

حالات میں وہ صرف ہوں۔ میں نے یہ چند مثالیں دی ہیں ورنہ ان کی خلافت کے بعد کی پوری زندگی اس عظیم قربانی کی ایک مثال ہے جو کوئی خدا ترس وصاحب ضمیر وصاحب ایمان انسان کسی ملک وملت کے لئے پیش کرسکتا ہے۔ (دعوت دہلی) (باقی آئندہ)

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Mumbai 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 346 0220 / 346 8708
Tel.(R): 309 5852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی
اسپیشل چائے استعمال کیجئے۔

وفیات

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کا حادثۂ وفات

ایک دینی و ملی خسارہ

امین الدین شجاع الدین

دو تین برسوں سے جس سانحہ کا کھٹکا لگا ہوا تھا، وہ بالآخر پیش آکر رہا، دنیا ہی فانی ہے اور اک دن جان سب کی جانی ہے، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی (۱۹۳۶ء - ۲۰۰۲ء) بھی وہاں چلے گئے جہاں ایک نہ ایک روز سب کو جانا ہے اور زمین اوڑھ کر سوجانا ہے۔ آج وہ، کل ہماری باری ہے

لیکن قاضی صاحب کی موت ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک فرد فرید کی موت ہے، ایک فقیہ کی موت ہے ایسا فقیہ جو صرف لغوی اعتبار سے ہی فقیہ نہیں تھا بلکہ معنوی لحاظ بھی واقعتاً فقیہ تھا، قسام ازل نے جس کو بیدار مغز ہی نہیں بخشا تھا بلکہ اس کے سینہ میں دلِ دردمند بھی رکھا تھا اور جسے تڑپنے پھڑکنے کی توفیق بھی بخشی تھی۔

قاضی صاحب بنیادی طور سے ایک عالم دین تھے، مدرسہ کی چٹائی پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے ایک تھے، خدا کی دین اور عطا ہے، وہ جسے چاہے بخش دے۔ قاضی صاحب کے نصیبہ میں دین کی سوجھ بوجھ آئی وہ تفقہ کہ جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"من یرید اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین"

اللہ رب العزت جس کے بارے میں خیر کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا کردیتے ہیں ___ تو یہ نعمت قاضی صاحب کے حصہ میں آئی گویا خیر کے سرچشمہ سے اکتساب فیض کا فیصلہ ہوا ___ یہ شریعت اسلامی کا سرچشمہ ہے اور شریعت اسلامی کا سرچشمہ ایسا سرچشمہ ہے جہاں پہنچنے والا محض پیتا نہیں، پلاتا بھی ہے اور لٹاتا بھی ہے ___ قاضی صاحب شریعت مطہرہ کے اس سرچشمہ سے نہ صرف خود سیراب ہوئے بلکہ ساقی بن گئے اور فصلِ گل کی تمنا میں مے دلفروز پلاتے چلے گئے۔

کسی بھی شخصیت کا مطالعہ کرتے وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی شخصیت سازی کے عناصر ترکیبی کیا تھے، ان کے والد ماجد مولانا عبدالاحد قاسمی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے شاگرد رشید تھے، عالم ربانی شیخ الہندؒ کے شاگرد نے رات کی تنہائیوں میں بھی اپنے لخت جگر کے لئے یقیناً خدا کے حضور ہاتھ پھیلائے ہوں گے، قاضی صاحب کے دامن میں فقہی فراست و بصیرت اور ملی درد و کرب کے کھلے ہوئے گل و لالہ ایسی مناجاتوں کا اشارہ دیتے ہیں، ان کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں بھی ہوئی جو محض ایک دارالعلوم کا نہیں ایک مشن اور تحریک کا نام تھا اور جس کی بنیاد اُن خدا ترس ہاتھوں نے اِن ارادوں سے رکھی تھی کہ سرزمینِ ہند میں اسلام کے چراغ کی لَو مدھم نہ پڑنے پائے بلکہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے۔ قاضی صاحب کو امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ جیسے شخصیت ساز بزرگ کا سایہ نصیب ہوا، ماضی قریب کی وہ شخصیتیں جنھوں نے افراد سازی جیسے پتہ ماری اور جگر کاوی کا کام کیا ان میں ایک نمایاں نام حضرت امیر شریعتؒ کا بھی ہے، وہ جوہری تھے چنانچہ ان کی جوہر شناس نگاہ نے دیکھا کہ مجاہد الاسلام میں اسلام کا واقعی ایک مجاہد چھپا ہوا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ صلاحیتوں کے پروان چڑھنے اور ان کے برگ و بار لانے کے لئے فضا درکار ہوتی ہے، میدان درکار ہوتا ہے، قدرت کو قاضی صاحبؒ سے کام لینا مقصود تھا چنانچہ یہ مواقع بھی انھیں ودیعت کئے جاتے رہے۔ وہ مسند درس پر بھی بیٹھے اور امارت شرعیہ پھلواری شریف میں قاضی کے منصب پر بھی فائز ہوئے مگر قاضی کا یہ منصب پھولوں کی نہیں کانٹوں کی سیج ہوا کرتا ہے، یہاں زندگی کے حقائق بے لباس ہوکر آتے ہیں۔ ہمہ وقت مسائل کا سامنا ہوتا ہے، تلخیوں سے واسطہ

پڑتا ہے ___ اور پھر مسائل بھی بہار جیسے پس ماندہ صوبہ کے ___ قاضی صاحب چاہتے تو مدرسہ کی چہار دیواری میں اپنے لئے گوشۂ عافیت ڈھونڈھ لیتے، مدارس بھی انہیں آنکھوں پر بٹھاتے ___ تدریس میں شاہانہ مزاج کی تسکین کا پورا سامان بھی ہے کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں کو جب نظر بند کردیا گیا تو اس نے بھی چند شاگردوں کے جلو میں رہنے کی تمنا ظاہر کی تھی مگر قاضی صاحب نے سہولت پسند طبیعت نہیں پائی تھی بلکہ موج حوادث سے گذرنے میں ہی انھیں لذت ملتی تھی چنانچہ کئی دہائیوں تک وہ قاضی کے فرائض انجام دیتے رہے اور اس وجہ سے انہیں ملت کے دینی و معاشرتی حقیقی صورتِ حال کا اندازہ ہوتا رہا ___ اعتماد حاصل رہا ___ قاضی صاحب کو خدا کی عطا کردہ فقہی فراست و بصیرت ملت کے کام آئی اور فقہ اسلامی بلکہ اسلامی تعلیم کی عظمت و برتری کا سکہ ماہرینِ قانون اور عصری تعلیم یافتہ طبقہ کے دلوں پر بھی ثبت اور نقش ہوتا چلا گیا ___

قاضی کا یہ منصب ان کے لئے ایک ایسی بھٹی ثابت ہوا جہاں سے تپ کر وہ کندن بن کر نکلے، مسائل کی آنچ نے ان میں وہ پختگی پیدا کردی جو ایک مجاہد کی شان اور اس کا نشان ہوا کرتی ہے۔

پھر ملت پر وہ وقت آیا جب اس کے پرسنل لاء پر نظریں اٹھیں اور یکساں سول کوڈ کے نام پر اس کے ملی تشخص کو پامال کردینے کی کوششیں ہوئیں ___ دین کا حق تھا کہ اس کے علماء اس موقع پر بے قرار ہوا ٹھیں اور اس سرمایہ کی پاسبانی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، چنانچہ علماء عالمانہ شان اور مجاہدانہ آن بان کے ساتھ اٹھے اور آزاد ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ دیکھنے میں آیا کہ بلا تفریق مسلک و مشرب ملت کے علماء و دانشور تحفظ شریعت کے لئے شانہ بشانہ کھڑے تھے بیدار مغز علماء کے اس کارواں کے ایک فرد فرید مولانا مجاہد الاسلام قاسمی بھی تھے ___

امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ، مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ اور دوسرے اکابر کا انہیں اعتماد حاصل رہا ___ قاضی صاحب کو خدا کی عطا کردہ فقہی فراست و بصیرت ملت کے کام آئی اور فقہ اسلامی بلکہ اسلامی تعلیم کی عظمت و برتری کا سکہ ماہرینِ قانون اور عصری تعلیم یافتہ طبقہ کے دلوں پر بھی ثبت اور نقش ہوتا چلا گیا ___

ملی کونسل کے پلیٹ فارم سے انھوں نے اتحاد ملت کے اپنے اسی درس کو پوری قوت سے دہرایا جس درس کو انھوں نے امارت شرعیہ سے سیکھا تھا اور جس کو مولانا ابوالمحاسن سجادؒ کی کتاب زندگی سے سیکھا تھا، انھوں نے چاہا کہ بحیثیت خیر امت اس ملک میں مسلمانوں کو کلمہ کی بنیاد پر کھڑا کرنا ہے اور جوڑنا ہے۔ ایک موقع پر انھوں نے کہا تھا کہ "___ ملت کا سب سے بڑا مسئلہ شعور ذات کا مسئلہ ہے ___ یہ امت اپنے کو پہچانے، اپنے منصب کو پہچانے اور اس کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، جس وقت یہ امت اپنے کو پہچان لے گی اور دنیا کو یہ باور کرادے گی کہ اس کا سودا محال ہے، اس وقت امت کا مسئلہ قابو میں آئے گا"

قاضی صاحب کا موضوع فقہ تھا، ان کی فقاہت کو دنیا نے تسلیم کیا اس لحاظ سے وہ جس مقام و مرتبہ کے حامل تھے ___ اس کا حق تھا کہ جدید شرعی اور فقہی مسائل میں امت کی رہبری و رہنمائی کے لئے وہ کوئی قدم اٹھاتے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا قیام قاضی صاحب کا ایک عظیم کارنامہ ہے اس پلیٹ فارم کی ندرت یہ ہے کہ جدید مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کے لئے علماء اور اصحاب افتاء کے شانہ بشانہ علوم عصریہ کے ماہرین بھی دکھائی پڑتے ہیں، فقہ اکیڈمی نے علماء اور طلباء میں بحث و تحقیق کا مزاج پیدا کیا اور اس کے سمیناروں میں مسائل پر جس طرح بحثیں ہوئیں اس نے مدارس میں تبدیلی پیدا کی، فقہ کی طرف ذہن راغب ہوا اور نئی نسل میں بھی یہ احساس جاگا کہ کس طرح ہمارے قدیم علماء و اصحاب افتاء کس قدر محنت، جگر کاوی اور اخلاص و لگن سے جدید پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرتے تھے۔ فقہ اکیڈمی کی صدا نے اس سناٹے پر ضرب لگائی۔ مؤرخ جب علمی و فقہی تاریخ

لکھنے بیٹھے گا تو وہ فقہ اکیڈمی کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ ان کی ادارت میں نکلنے والے مجلّہ بحث ونظر نے علمی وفقہی دنیا میں اپنی ایک شناخت قائم کرلی۔ بات ادارت کی آئی ہے تو قاضی صاحب کی تالیفات وتصنیفات کا بھی تذکرہ ضروری ہوگیا ہے، اگرچہ یہ موضوع اہل علم اور اصحاب افتاء کا ہے لیکن دیکھنے اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب مردِ میدان تھے، ان کے مشاغل کی نوعیت تحریکی بھی تھی، وہ اپنی تالیفات وتصنیفات اور تحقیقی کاموں کا ایک خزینہ چھوڑ گئے۔ فقہ اسلامی کے علاوہ انھوں نے مولانا ابوالمحاسن سجادؒ کے علوم وافکار پر بھی اپنی تصنیفات چھوڑیں۔

قاضی صاحب مولانا ابوالمحاسن سجادؒ کو اپنا آئیڈیل سمجھتے تھے۔ ان کی آئیڈیل شخصیتوں میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا بھی ہے حضرت مولانا کی ذات والا صفات سے انہیں شروع ہی سے والہانہ لگاؤ اور شیفتگی رہی یہاں تک کہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں سجاد لائبریری کے ذمہ دار کی حیثیت سے انھوں نے حضرت مولانا کو دیوبند مدعو کیا" طالبانِ علوم نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" حضرت مولاناؒ کی وہ تقریر ہے جو اسی موقع کی یادگار ہے، قاضی صاحب کو ندوہ اور اس کی فکر سے بھی گہری مناسبت تھی جس کا ایک عملی ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے کاموں کے لئے ندوی فضلاء کو منتخب کیا اور ان پر اعتماد کیا۔ حضرت مولاناؒ کی فکر کا انھوں نے نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ عملی سطح پر اسے برت کر دکھایا بھی۔ حضرت مولاناؒ کے افکار قاضی صاحب کے فکر وعمل پر مرتب ہوئے بغیر نہیں رہے۔

وہ قدرت کی طرف سے دل درمند، ذہن ارجمند اور زبان ہوش مند لے کر آئے تھے، انھوں نے اپنی ان تمام تر توانائیوں کو دین وملت کے لئے وقف کر دیا۔ وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر بھی ہوئے، یہ وہ دور تھا جب ان کی علالت شدت اختیار کر چکی تھی اور ان کی زندگی کی طرف سے مایوسی ہونے لگی تھی لیکن قاضی صاحب کی لغت میں مایوسی کا لفظ نہیں تھا، ایک طرف ملت سخت آزمائشوں سے دوچار تھی تو دوسری طرف قاضی صاحب بیماریوں اور آزاریوں سے نڈھال۔ لیکن ان کے سینہ میں ایک مجاہد کا جگر تھا اور وہ مجاہد ہی کیا جو زندگی کے آخری سانس تک لڑنے کا فیصلہ نہ کرے۔ ان کے دور میں مجموعہ قوانین اسلامی کے مسودہ کی اشاعت عمل میں آئی اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی منظرِ عام پر آیا جسے ان کے دورِ صدارت کا ایک عظیم تحفہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

افسوس کہ قاضی صاحب کی وہ ذات جو ملت کے حق میں نعمت اور تحفہ تھی اب نہیں رہی۔

فاضل جفاکشان محبت کی موت کیا
جب تھک گئے تو سو گئے آرام کے لئے

البتہ ان کی خوبیاں باقی اور نیکیاں زندہ رہیں گی۔ غیر معمولی ذہانت کے ساتھ اخلاص وبے نفسی ان کا سرمایہ تھا۔ خوئے دلنوازی کی ادا نے ان سے افراد سازی کا بڑا کام لے لیا، وہ تیز وتند ہواؤں میں بھی چراغ جلائے رکھنے کے ہنر سے واقف تھے، اللہ پر توکل ان کا زادِ سفر تھا، تفہیم کی غیر معمولی صلاحیت پائی تھی، رسوخ فی العلم اور تفقہ فی الدین کی دولت ان کو نصیب ہوئی تھی جس سے ان کے لئے نئے زمانہ میں نئے حالات کے مطابق دین کی ترجمانی کا مشکل کام آسان ہوگیا اجتماعیت ان کی گھٹی میں پڑی تھی، اختلاف رائے کو وہ نہ صرف انگیز کرتے تھے بلکہ اسے پسند بھی فرماتے تھے۔ ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
بہر حال ایک نعمت تھی جو اٹھالی گئی اور ایک تحفہ تھا جسے ہم نے کھو دیا مگر قاضی صاحب دنیا کی آلائشوں اور غم وآلام سے آزاد ہوکر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے، اللہ کی کریم ذات سے دعا بھی ہے اور امید بھی کہ ربانی دسترخوان پر ان کے لئے نعمتیں چنی گئی ہوں گی اور ملت کی کشتی کا کھیون ہار اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوگا یعنی ان کا رب ان سے راضی ہوگیا ہوگا۔

ملت کو ایک بار پھر آزمائش کی گھڑی کا سامنا ہے اور قاضی صاحب کی روح علماء سے پوچھ رہی ہے۔

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

☆ ☆ ☆

عالم اسلام

کامیرون کے سیکڑوں افراد کا قبولِ اسلام

• محمد فرحان نیپالی ندوی

رابطہ عالم اسلامی کے ریلیف بورڈ نے یہ اطلاع دی ہے کہ کامیرون کے سیکڑوں مردوں اور عورتوں نے ابھی حال ہی میں رابطہ عالم اسلامی کے داعیوں کی کوششوں سے اسلام قبول کیا ہے۔ بورڈ کے زیر اہتمام۔ اس سال رمضان المبارک میں وہاں کے روزہ داروں کی افطاری کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ اور نومسلموں کو ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچائی گئی تھیں، بورڈ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عدنان بن خلیل نے ایک بیان میں کہا کہ کامیرون میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے وہ اعداد وشمار سے باہر ہیں، صرف "باقم" نامی علاقہ میں وہاں کے سلطان اور تمام باشندوں کے حلقہ بگوش ہونے کی خبر ہے، کامیرون کے مشرقی جنگلات کے قریب واقع "الاقزام" نامی گاؤں کے افراد نے بھی اسلام قبول کیا ہے۔ اور رہائشی ہوٹل کے مزدور مرد وعورتوں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو دامنِ اسلام سے وابستہ کرلیا ہے بورڈ کے جنرل سکریٹری نے مزید کہا کہ ان نومسلموں کے لئے بورڈ نے وقتی مساجد بھی قائم کی ہیں اور ائمہ ومؤذنین کو اس میں متعین کیا ہے، بورڈ ان علاقوں میں باقاعدہ مدارس ومساجد کے قیام کے سلسلے میں غور وفکر کر رہا ہے اور انشاء اللہ ان خاکوں میں بہت جلد رنگ وروغن بھر دیا جائے گا۔

سنگال کے ایک مشہور بت پرست جادوگر کا قبولِ اسلام

عالم اسلامی کی رپورٹ کے مطابق سنگال کے مشہور صوبہ فاتیک کے ایک گاؤں نفوی میں ایک بڑے بت پرست جادوگر نے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا ہے اس نے سنگال میں خادم الحرمین الشریفین کے دینی امور سے متعلق مشیر خاص شیخ علی بن راشد القباص کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہے اور اعلانیہ کلمۂ طیبہ کی گواہی بھی دی ہے، اس بت پرست کے قبول اسلام کا اثر یہ ہے کہ قبیلۂ سبیر یر کے تقریباً ایک ہزار افراد جادوگر کے گاؤں کی طرف انتساب کرنے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔ اس لئے داعیانِ اسلام کی کوششوں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے مختلف طریقوں سے وہ دنیا وجہاں میں رہنے والے انسانوں کو حقیقتِ اسلام سے واقف کرانے میں مصروف ہیں اور رفاہی تنظیمیں بھی اس کے تئیں سرگرم عمل ہیں خدا سے دعا ہے کہ وہ ان کوششوں کو بارآور کرنے کی توفیق خاص سے نوازے،

اٹلی کے ایک شاعر کا اردن میں قبول اسلام

اردن کے شرعی ہائی کورٹ نے ابھی چند روز قبل رد ما میں منعقد ایک ثقافتی پروگرام میں اٹلی کے مشہور شاعر "جینو لوکا بوتو" کے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔ جدہ سے نکلنے والے صحیفہ عکاظ نے یہ بتایا ہے کہ شاعر لوکا بوتو کے قبولِ اسلام میں خدائے وحدہٗ لاشریک توفیق خاص اور اس کی ہدایت ورہنمائی کو خاص دخل ہے پھر اردن میں ثقافتی امور کے مشیر خاص ڈاکٹر سلطان بن موسیٰ العویفتہ کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے۔

اٹلی کے ایک بڑے عہدہ دار نے ایک بیان میں کہا ہے اٹلی اور سوسیسرا میں عیسائیت کے بعد مذہب اسلام کو کافی اکثریت حاصل ہے۔ یہاں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۵۰۰،۰۰ ہے ان میں اکثر مہاجر ہیں جو اس ملک میں بے سروسامانی کے عالم میں زندگی گذار رہے ہیں، ذرائع نے بتایا ہے کہ اٹلی میں ۱۰۰،۰۰۰ افراد مقامی ہیں جو مہاجرین کے ساتھ اتنے ہم آہنگ ہوگئے ہیں کہ ان کے مابین فرق وامتیاز مشکل ہے، سوسیسرا کی ملکی مردم شماری کے مطابق ۳۰۱۰ (تین ہزار دس) افراد نے ابھی اسلام قبول کیا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں میں جو اضافہ روز افزوں ہو رہا ہے وہ ترکی کو سوفا مقدونیہ اور بوسنیا کے لاچار افراد کے ہجرت کرنے کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

جدہ میں ۱۷ افراد کے قبول اسلام کا اعلان

صحیفۃ العالم الاسلامی کی رپورٹ کے مطابق ابھی حال ہی میں جدہ کے ازر ایشیا ویورپ کے تقریباً سترہ افراد نے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے یہ اطلاع جدہ کے دعوت وارشاد سینٹر سے ملی ہے، ان حلقہ بگوش اسلام افراد کو دینی تعلیم نماز اور اسلامی شعائر کی پابندی کرنے کی مشق بھی کرائی گئی ہے۔ اور

انہیں اس سلسلہ میں خاصی معلومات حاصل ہوگئی ہیں، سعودی خبر رساں ایجنسی نے بتایا ہے کہ جدہ کے دعوت وارشاد سینٹر کے تحت فلپائن، صومال، ایتھوپیا، پاکستان، ہندوستان سری لنکا اور بنگلہ دیش کی نئی نسل کی خاطر ۳۶۱ محاضرے دیئے گئے ہیں اور مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے نسخے تقسیم کئے گئے ہیں جن کی تعداد ۳۷۹ ہیں، تقسیم کردہ اسلامی کتابیں تقریباً ۸۹۵۴۱ ہیں اور تقریباً ۷۸۷ ٹیپ ریکارڈ اور مختلف موضوعات پر ۴۸۸۹ کیسٹیں تقسیم کی گئی ہیں۔

توغو کی ایک پوری بستی کا قبولِ اسلام

توغو کے چالیس ہزار افراد میں ۵۰ بز مسلمان آباد ہیں اور یہ تعداد ابھی جلد ہی سامنے آئی ہے کیوں کہ وہاں کے لوگوں میں اسلامی بیداری کی لہر دوڑ چکی ہے جو ان کے رگ وریشے میں گھل مل گئی ہے ابھی حال ہی میں ایک بستی کے تقریباً ۲۵۰ افراد نے اتنی واضح اکثریت میں اسلام قبول کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدھی آیت میں فن طب وحکمت جمع کردیا

تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنین ہارون رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب علاج کے لئے رہتا تھا۔ اس نے علی بن حسین بن واقد سے کہا کہ تمہاری کتاب یعنی قرآن میں علم طب کا کوئی حصہ نہیں، حالانکہ دنیا میں دو ہی علم ہیں، ایک علم ادیان، دوسرا علم ابدان جس کا نام طب ہے علی بن حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فن طب وحکمت کو آدھی آیت قرآن میں جمع کردیا ہے، وہ یہ کہ ارشاد فرمایا: کلوا واشربوا ولا تسرفوا (اور تفسیر ابن کثیر میں یہ قول بعض سلف کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے) پھر اس نے کہا کہ اچھا تمہارے رسولؐ کے کلام میں بھی طب کے متعلق کچھ ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات میں سارے فن طب کو جمع کردیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور مضر چیزوں سے پرہیز ہر دوا کی اصل ہے اور ہر بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے (کشاف، روح) نصرانی طبیب نے یہ سن کر کہا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے رسولؐ نے جالینوس کے لئے کوئی طب نہیں چھوڑی۔ (قصص معارف القرآن)

دور حاضر کی ایک مستند اور اہم تفسیر

تفسیر ماجدی

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا وہ علمی کارنامہ جس کو مشاہیر علماء نے متفقہ طور پر خراج عقیدت پیش کیا ہے، ہزارہا طلبہ اور اساتذہ اس کے مطالعہ کے لئے بے چین رہتے ہیں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی طرف سے یہ علمی شاہکار منظر عام پر آرہا ہے۔ اب تک تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں، انشاء اللہ چوتھی جلد پر تفسیر مکمل ہوجائے گی۔

جلد اول ہدیہ _____ ۳۰۰/ روپے

جلد دوم ہدیہ _____ ۲۰۰/ روپے

جلد سوم ہدیہ _____ ۱۸۰/ روپے

ناشر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوہ، لکھنؤ

یونیورسل پیس فاؤنڈیشن کی پیشکش

موجودہ حالات کے پس منظر میں

پروفیسر محسن عثمانی ندوی کی قابل مطالعہ کتابیں

(۱) ہندو مذہب، مطالعہ اور جائزہ _____ قیمت ۱۲۰/ روپے

(۲) مطالعۂ مذاہب _____ قیمت ۱۰۰/ روپے

(۳) دعوت اسلام _____ قیمت ۱۳۰/ روپے

(اقوام عالم اور برادرانِ وطن کے درمیان) نیا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ

ISLAM

The Religion Of Peace and Tolerance

قیمت -/۱۵ روپے

(انگریزی میں اسلام اور دہشت گردی کے موضوع پر کتابچہ جسے بڑے پیمانہ پر غیر مسلموں کے درمیان تقسیم کیا گیا)

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

مطالعہ کی میز

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: عمل پیہم

مصنف:- مولانا سید سلمان حسینی ندوی

صفحات: ۱۱۲، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت درج نہیں

ملنے کا پتہ:- جمعیت شباب الاسلام، بروليا ٹیگور مارگ ندوہ روڈ لکھنؤ

مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں وہ ایک مشہور ومعروف خطیب اور جید عالم دین ہیں، علم تفسیر وحدیث پر انہیں خاصا عبور حاصل ہے اور مختلف دینی، اصلاحی ورفاہی اداروں کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ قومی وملی مسائل سے بھی متعلق رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب "عمل پیہم" قومی وملی مسائل پر مبنی مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف اہم سمیناروں جلسوں اور کانفرنسوں میں پڑھے گئے جو ملک کے مختلف شہروں میں منعقد ہوئے۔

پہلے مقالہ کا عنوان ہے "ہندوستان میں اسلامی شریعت ایک تاریخی جائزہ" جس میں اسلامی شریعت کی اہمیت، ہندوستان میں نظام قضا، انگریز عدالتیں، مسلم پرسنل لا کا تصور، اور ہندو اور مسلمانوں کے مساوی حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دوسرے مقالہ کا عنوان "ہندوستان میں امارت شرعیہ" ہے جس کے پس منظر میں امارت شرعی کی دینی حیثیت اور ملی ضرورت کی وضاحت کی گئی ہے، تیسرا مقالہ "طلبائے مدارس عربیہ سے ایک خطاب" کے عنوان سے ہے — اس میں طلبائے مدارس عربیہ کو مخاطب کرکے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے غلبہ واستیلاء کے بعد مدارس کا قیام کن مقاصد کے پیش نظر ہوا۔ ان کے عظیم بانیوں اور جلیل القدر فضلاء نے کیا پیام دیا۔ اور موجودہ دور فضلاء اور طلبائے مدارس سے کس بات کا متقاضی ہے۔ ساتھ ہی کام کا ایک خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

چوتھے مقالہ کا عنوان "عصری تعلیم گاہوں میں مسلم طلباء کے مسائل اور ان کا حل" ہے۔ اس میں عصری تعلیم گاہوں کی ضرورت اور ان کے کردار اور نظام تعلیم پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان میں دینی عنصر پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

پانچویں مقالہ کا عنوان ہے "اصلاح معاشرہ کے لئے ہم کیا کریں"۔ جس میں مولانا موصوف نے بتایا ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے لازم ہے کہ معاشرہ کے افراد صالح ہوں آج معاشرہ جس انارکی، فضولیات، عریانیت اور مغربی تہذیب وتمدن کی لپیٹ میں چلا جارہا ہے اس کو بچانے کی سخت ضرورت ہے اس کے لئے ہم سب کو فکر کرنا چاہیئے۔

چھٹے مقالہ کا عنوان ہے "مسلمان کیا کریں" یہ مقالہ ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کے المناک واقعہ کے بعد تحریر کیا گیا تھا جس میں مسجد کی شہادت پر افسوس اور قلق کا اظہار بھی ہے اور مسجد کو ڈھانے والوں پر غم وغصہ اور اس کی بازیابی کی فکر بھی۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو دعوتی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی میدانوں میں صحیح ڈھنگ سے حکمت عملی کے ساتھ کام کرنے کی تلقین و ترغیب بھی ہے۔

مسلمان آج جس سنگین صورتحال سے گذر رہے ہیں، اور موجودہ حالات جس رُخ پر بڑھتے چلے جارہے ہیں ایسی کشمکش میں مسلمان کیا کریں؟ کتاب میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب نے رہنمائی کی ہے۔

یہ کتاب عوام وخواص سبھی مسلمانوں کے لئے نفع مند ہے، خصوصاً تحریکی ذہن رکھنے والوں کے لئے تو ایک قیمتی تحفہ ہے۔

پکی بات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۝ (النساء، آیت: ۱۷۱)

ترجمہ:- اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو۔ اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

نعت

وہ محبوبِ خدا وہ صاحبِ عزّ و وقار آئے

قمر رام نگری

عرب کے تاجدار آئے عجم کے شہریار آئے
طیورِ خوش نوا جاگر بہر جانب پکار آئے

یتیموں بے نواؤں بے کسوں کے غم گسار آئے
سکونِ قلبِ مضطر بیقراروں کے قرار آئے

زمانے میں نبی آنے کو یوں تو صد ہزار آئے
مگر آقا مرے نبیوں کے بن کر تاجدار آئے

ہے جن کی آمد آمد سے خزاں شرمائی شرمائی
لئے صد خلد رنگ و بو بہاروں کی بہار آئے

ترانے نعت کی گاتی تھیں حوریں خلد سے آکر
جب عبداللہ کے آنگن میں وہ ماہِ جلوہ بار آئے

ازل سے تا ابد شہرہ تھا جن کی آمد آمد کا
سبھی تھے منتظر جن کے وہ جانِ انتظار آئے

مرخ تاباں ہے جن کا سورۂ والفجر کا عنواں
لئے والیل کی شانوں پہ زلفِ مشکبار آئے

وہ جن کی شان میں یٰسین وطٰہٰ رب نے فرمایا
وہ محبوبِ خدا وہ صاحبِ عزّ و وقار آئے

ہے جن کی ٹھوکروں میں کرّ و فر قیصر و کسریٰ
وہ کملی والے پیغمبر بہ عجز و انکسار آئے

کیا ظلم و ستم جنگ و جدل کا خاتمہ جس نے
مجسم رحمت و رافت سراپا پیار پیار آئے

وہ جن کے بعد پھر کوئی نبی آیا نہ آئے گا
وہ ختم المرسلیں آئے رسولِ ذی وقار آئے

مٹی تاریکیِ شب سارا عالم جگمگا اٹھا
خدا کا نور بن کر جب مہر زرنگار آئے

لبوں پر دم تھا جب اہلِ عرب کا خشک سالی سے
وہ رحمت جانِ رحمت مثلِ ابرِ نوبہار آئے

شبِ اسریٰ حضور رب جو پہونچے عرش پر آقا
ملائک خیر مقدم کو قطار اندر قطار آئے

سبھی نے کر دیا تبلیغ دیں کا حق ادا بیشک
جو اصحاب مکرمؓ اور نبی کے چار یار آئے

سدا رکھتے ہیں جو پیشِ نظر آقا کی سنّت کو
بتائیں کیا قمر آقا کو ان پر کتنا پیار آئے

جھوٹ پر عذاب دوزخ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ عمل کیا ہے جس سے آدمی دوزخ میں جائے آپؐ نے فرمایا کہ وہ عمل جھوٹ ہے (مسند احمد) اور شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی دونوں باچھیں چیر دی جاتی ہیں اور پھر درست ہو جاتی ہیں، پھر چیر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ عمل اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ آپؐ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ جھوٹ بولنے والا ہے۔

ہندی زبان میں ماہنامہ
سچا راہی
(ماسک)
سماجی • ادبی • دینی • اور تاریخی مضامین پر مشتمل
پیام انسانیت اور قومی اتحاد کا علم بردار
نیا شمارہ منظرِ عام پر آگیا ہے۔
مجلس صحافت و نشریات، ٹیگور مارگ پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ
قیمت فی شمارہ Rs. 9/= اعزازی چندہ Rs. 500/=
سالانہ چندہ Rs. 100/=
نوٹ:-
"چیک یا ڈرافٹ" "سچا راہی" لکھنؤ
کے نام سے ارسال کریں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

نعت

مہرِ نبوّت

قمر سنبھلی

جس کی تکذیب ہوا ایسی خبر روشن ہے
پشت پر "مہرِ نبوّت" کا گہر روشن ہے

دھول ہیں آپؐ کے قدموں کی سہ و مہر و نجوم
"شبِ اسریٰ" کا ہر اک نقشِ سفر روشن ہے

حشر تک راہ نما ہوگا اُجالا جس کا!!
اک چراغ ایسا سرِ راہ گذر روشن ہے

ہر صحیفہ میں ہے آمد کی بشارت اُنؐ کی
ہر صحیفہ سے رسالت کی خبر روشن ہے

آپؐ کے آنے سے شاداب ہے باغِ عالم
پیڑ سرسبز، ہر اک برگ و ثمر روشن ہے

الیقیں مدحتِ آقا کا اثر ہے یہ بھی
فکر ہے میری بلند اور نظر روشن ہے

اُلفتِ شافعِ محشر ہے مرے سینے میں
للہ الحمد مرا زادِ سفر روشن ہے

مجھ کو کیا کیا نہ ملا اُنؐ کے وسیلے سے قمر
اُنؐ کی نسبت سے دعاؤں میں اثر روشن ہے

کل جب آپ کچھ نہ تھے

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

کل جب آپ کچھ نہ تھے اور وہ سب کچھ تھی، اسی نے اپنا جسم گھلا گھلا کر اپنا خون پلا پلا کر، آپ کو "کچھ نہیں" سے "کچھ" بنا دیا آج آپ اپنے دور کے عزیز ترین دوستوں بلکہ اجنبیوں اور بیگانوں تک کی پروا کرتے ہیں۔ لیکن ایک نہیں پروا کرتے، تو اسی مامتا کی ماری کی، اسی محبت کی دیوانی کی!

مانا کہ آپ ایک اچھے شاعر ہیں، مانا کہ آپ ایک پُر زور مقرر ہیں، مانا کہ آپ ایک اعلیٰ مصنف و صاحب قلم ہیں، مانا کہ آپ کونسل کے ممبر ہیں، مانا کہ آپ ایک مقتدر عہدہ دار ہیں، مانا کہ آپ کی علمی قابلیت کی شہرت سارے ملک میں ہے، مانا کہ عزت، شہرت و دولت کے لحاظ سے آپ وہ سب کچھ ہو گئے، جو ہونا چاہتے تھے مگر جھوٹے موتیوں کی یہ ساری جگمگاہٹ آپ کے باطن کو پُر نور نہیں بنا سکتی جنت کی نورانیت کی اگر تلاش ہے اس نور کی جستجو ہے، جس پر حور و ملائک بھی رشک کریں، تو وہ ماں اور صرف ماں ہی کے قدموں کے نیچے ہے! حنفیت و وہابیت صوفیت و نجدیت کے مناقشے ممکن ہے کہ آپ کو کسی ایک فریق کی سرداری دلا دیں، لیکن جنت کا سیدھا راستہ ماں ہی کے قدموں کے نیچے ہو کر ہے!

(از سچی باتیں ص ۱۲۷)

تمہیں حُبِّ دُنیا نے غافل کیا

حفیظ عباسی

(سورۂ "تکاثر" کی روشنی میں)

تمہیں حُبِّ دنیا نے غافل کیا
تو بڑھ چڑھ کے دنیا کو حاصل کیا

ہوئی جبکہ دنیا کمانے کی دُھن
لگا زندگی میں تمہاری وہ گھن

کہ جا پہونچے دنیا سے تم گور تک
نہ غفلت پہ تم نے کیا غور تک

لگے گا تمہیں اس کا اس دن پتہ
کہ آئے گا جس روز روزِ جزاء

کہ غفلت کی تم کو ملے گی سزا
کہ آجائے گا سامنے جو کیا

تو نارِ جہنم نظر آئے گی
وہ جس کی تمہیں کچھ نہ پرواہ تھی

تمہیں اس گھڑی پھر یقیں آئے گا
یقیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا

یہ احساس ہوگا تمہیں اس گھڑی
جہنم بھی کیسی جگہ ہے بری

تو پھر تم سے ہوگا سوال و جواب
تمہیں دینا ہوگا حساب و کتاب

تو پھر تم سے ہوگا حساب و کتاب
تمہیں نعمتوں کا ہے دینا حساب

پھرتے ہیں آستینوں میں خنجر لئے ہوئے

جگر مرادآبادی

ہندوستاں میں خیر سے ان کی کمی نہیں
ہر بر میں جو خلوص کا دفتر لئے ہوئے

دیتے ہیں بات بات پہ انسانیت کا درس
دل میں ہزار رشنہ و نشتر لئے ہوئے

چہرے جنونِ حبِّ وطن سے دمک رہے
سینے خباثتوں کا سمندر لئے ہوئے

ظاہر میں اک مجسمۂ امن و آشتی!
باطن میں لاکھ فتنہ و محشر لئے ہوئے

کہتے ہیں بھائی بھائی ہیں اہلِ وطن تمام
پھرتے ہیں آستینوں میں خنجر لئے ہوئے

دعائے صحت

فی السنہ حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم آج کل برج کینڈی اسپتال بمبئی میں زیرِ علاج ہیں الحمد للہ مخلصین و معتقدین کی دعاؤں سے طبیعت پہلے سے کافی بہتر ہے اور اب انھیں آئی سی یو سے اسپیشل وارڈ میں منتقل کر دیا گیا ہے، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ حضرت کے لئے صحت و عافیت، تادیر بقائے تمام رہنے اور ان کے فیض کے جاری و ساری رہنے کے لئے دعا فرمائیں۔

آسانی اور نرمی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ آیت: ۱۸۵)

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔